اگست ۱۹۹۹ء

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

لائبریری
قرآن اکیڈمی کراچی

پاکستان - بمقابلہ - بھارت

اونچ نیچ کے ادوار، حالیہ ذلت و مسکنت — اور
قعر مذلت سے نکلنے کا واحد راستہ

ڈاکٹر اسرار احمد

طالبانِ علم قرآن نوٹ فرمالیں!

ایک سالہ رجوع اِلی القرآن کورس

میں داخلوں کا شیڈول اس سال ان شاء اللہ العزیز حسب ذیل رہے گا:

- داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 25 اگست ہے۔
- داخلہ کے لئے انٹرویو 30 اگست 99ء کو قرآن اکیڈمی لاہور میں ہوں گے۔ (شرکاء کی سہولت کے پیش نظر داخلہ فارم بروقت جمع نہ کرانے والوں کو براہِ راست انٹرویو میں شریک کیا جاسکے گا)۔
- کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہو جائے گا۔ پہلے دو روز تعارفی نوعیت کی کلاسز ہوں گی اور باقاعدہ تدریس کا آغاز ان شاء اللہ سوموار 6 ستمبر سے ہو گا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس چھپ کر آ گیا ہے

جس میں داخلوں سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے۔

پراسپکٹس اور داخلہ فارم درج ذیل پتے سے طلب کیجئے!

ناظم قرآن کالج' 36-K' ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 3-5869501

مرکزی انجمن خدام القرآن کے قائم کردہ تعلیمی ادارے

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

میں F.A. - I.C.S - اور - I.Com سالِ اوّل میں داخلے جاری ہیں

- داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 3/اگست 99ء ہے
- انٹرویو 5/اگست صبح 9 بجے پرنسپل آفس' قرآن کالج میں ہوں گے۔ جو طلبہ بروقت داخلہ فارم جمع نہ کرا سکیں وہ اپنے داخلہ فارم سمیت 5/اگست کو براہ راست انٹرویو میں شریک ہو سکیں گے۔
- رزلٹ کے منتظر طلبہ بھی داخلہ کے لئے درخواست دے سکتے ہیں۔

مزید برآں قرآن کالج فار گرلز میں بھی ایف اے سال میں داخلے جاری ہیں۔

- داخلہ کے انٹرویو 5/اگست صبح 10 بجے پرنسپل آفس میں ہوں گے۔

المعلن : **ناظم کالج** فون : 3-5869501

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد کرو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

11/16/36

ماہنامہ میثاق

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

لائبریری ★ قرآن اکیڈمی کراچی ★

جلد :	۴۸
شمارہ :	۸
ربیع الثانی	۱۴۲۰ھ
اگست	۱۹۹۹ء
فی شمارہ	-/۱۰
سالانہ زرِ تعاون	-/۱۰۰

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر عرب امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا یورپ' جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق الجزائر' مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت : 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700۔ فون : 03۔02۔5869501

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور' فون : 6305110

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن' طابع : رشید احمد چودھری' مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرض احوال ______ ۳
حافظ عاکف سعید

☆ تذکرہ و تبصرہ ______ ۵
پاکستان —— بمقابلہ —— بھارت
اونچ نیچ کے ادوار اور حالیہ ذلت و مسکنت
اور —— قعر مذلت سے نکلنے کا واحد راستہ
ڈاکٹر اسرار احمد

☆ نماز میں خشوع (۳) ______ ۵۲
حقیقت و اہمیت اور اسباب
ترجمہ : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

☆ فکر عجم (۱۹) ______ ۶۵
ایران میں افکارِ اقبال کا اثر
ڈاکٹر ابو معاذ

☆ گوشہ خواتین ______ ۷۷
حجاج کرام کی خدمت میں چند گزارشات
بنت الیقین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض احوال

"جو قوم مرنا نہیں جانتی ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے"۔ اور "اگر یہی کچھ کرنا تھا تو پھر کارگل میں یہ سارا کھکیڑ کیوں مول لیا گیا"۔ کارگل کے محاذ پر مجاہدین اور افواج پاکستان کی عظیم فتح کے بعد حکومت پاکستان کے اچانک سجدۂ سہو کرنے پر امیر تنظیم اسلامی کے یہ وہ بیانات ہیں جنہیں قومی اخبارات نے جلی انداز میں شائع کیا ـــــ یہ امر واقعہ ہے کہ کارگل کے حوالے سے حکومت پاکستان نے جس شرمناک طریقے سے اور شکست خوردہ انداز میں پسپائی اختیار کی اور سجدۂ سہو کیا اس نے پاکستان کی عزت خاک میں ملا دی اور اہل پاکستان کو دنیا اور بالخصوص بھارت کے سامنے نگاہیں نیچی کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ بات قطعی طور پر ناقابل فہم اور جواب طلب سوال کی صورت میں کارپردازانِ حکومت کے ذمے ہے کہ اگر آخر میں یہی کچھ کرنا تھا تو مہم جوئی کا یہ راستہ اختیار ہی کیوں کیا گیا؟ ـــــ ہم نے بھارت کے سامنے اس "شان" کے ساتھ گھٹنے ٹیکے کہ اس کا ہر مطالبہ ہمیں ماننا پڑا اور اپنی کوئی ایک بات بھی اس سے منوا نہ سکے۔ اور یہ سب کچھ اس عظیم فتح مبین کے بعد ہوا جو کارگل کے محاذ پر مجاہدین اور افواج پاکستان کی قربانیوں اور جرأت و عزیمت کی داستانیں رقم کرنے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئی تھی اور بھارت ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود کارگل میں پے در پے ناکامیوں کے داغ دیکھنے اور اپنے زخم چاٹنے پر مجبور تھا۔ اہل پاکستان کا مورال آسمانوں سے باتیں کرتا نظر آتا تھا اور بھارت کی بے بسی اور تلملاہٹ دیدنی تھی کہ اچانک ہمارے وزیر اعظم خدایانِ واشنگٹن کے قدموں میں سجدہ ریز ہو گئے اور بھارت کے ہر مطالبے کو من و عن تسلیم کرتے ہوئے غیر مشروط طور پر پسپائی کا اعلان کر دیا۔ علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق کہ ؎

اے شیخ و برہمن سنتے ہو، کیا اہل بصیرت کہتے ہیں
گردوں نے کتنی بلندی سے ان قوموں کو دے پٹکا ہے

ہم بحیثیت قوم بلندی کی جن چوٹیوں سے یکلخت قعر ذلت میں گرے ہیں وہ ایک عظیم سانحہ تو ہے ہی، ہمارے لئے عبرت کا تازیانہ بھی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ۹ جولائی اور ۱۶ جولائی کے خطابات جمعہ میں اس موضوع پر تفصیل سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے مسلمانانِ پاکستان کو دعوتِ فکر دی ہے کہ صحیح طرزِ عمل یہی ہے کہ ہم خود احتسابی کی نگاہ سے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لیں، انفرادی اعتبار سے بھی اور اجتماعی سطح پر بھی، کہ ذلت و رسوائی کے داغ بار بار ہمیں ہی کیوں دیکھنے پڑ رہے ہیں ـــــ اور

ٹھنڈے دل کے ساتھ اس ذلت آمیز صورتحال سے نکلنے کا راستہ اور حل تلاش کریں اور پھر ایک نئے عزم کے ساتھ اصلاحِ احوال کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ امیر تنظیم نے نہ صرف یہ کہ پاکستان کی ۵۲ سالہ تاریخ کے حوالے سے پاک بھارت کشیدگی کے اسباب اور برابری کی دوڑ میں اونچ نیچ کے ادوار کا ایک بھرپور جائزہ پیش کیا ہے بلکہ پچھلی ایک ہزار سالہ تاریخ کے حوالے سے ہندو مسلم دشمنی کے اصل سبب کی نشاندہی کرتے ہوئے ہندو کی مکروہ ذہنیت کی نقاب کشائی بھی کی ہے اور ہندو مسلم کشاکش کے حوالے سے مستقبل کے امکانات کا بھی بھرپور طور پر جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ دونوں خطابات ''تذکرہ و تبصرہ'' کے عنوان سے زیر نظر شمارہ میں ہدیۂ قارئین کر دیئے گئے ہیں۔

☆ ☆ ☆

متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کا پہلا اجلاس عام پروگرام کے مطابق ۲۵ جولائی کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہوا جس میں حسب اعلان تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان' تحریک اسلامی کے امیر مولانا مختار گل اور تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کے خطابات ہوئے۔ تینوں زعماء نے محاذ کے مقاصد اور طریق کار پر اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالی اور اس طرح پبلک میں اس محاذ کا تعارف ایک بہتر اور مؤثر انداز میں ہوا۔ جمعیت اہلحدیث کی جانب سے ان کے ناظم اعلیٰ مولانا ضیاء اللہ شاہ صاحب کو خطاب کرنا تھا لیکن وہ اچانک علالت کے باعث شریک اجلاس نہ ہو سکے۔ اس اجلاس کی مفصل رپورٹ ان شاء اللہ آئندہ ''ندائے خلافت'' میں شائع کی جائے گی۔ OO

ضرورت استقبالیہ کلرک

قرآن اکیڈمی لاہور میں ایک تعلیم یافتہ' باصلاحیت استقبالیہ کلرک کی ضرورت ہے۔ معقول مشاہرہ دیا جائے گا۔ فکری طور پر ہم آہنگ افراد قابل ترجیح ہوں گے۔ خواہش مند حضرات فوری رابطہ کریں۔

ناظم اعلیٰ۔ مرکزی انجمن خدام القرآن' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

تذکرہ و تبصرہ

پاکستان ــ بمقابلہ ــ بھارت
اُونچ نیچ کے ادوار اور حالیہ ذلت و مسکنت

ـــــــ اور ـــــــ

قعرِ مذلت سے نکلنے کا واحد راستہ

ڈاکٹر اسرار احمد

کے دو خطبات جمعہ '۹/ جولائی و ۱۶/ جولائی ۹۹ء

پاک بھارت کشیدگی کا پس منظر

خطبہ مسنونہ کے بعد حسب ذیل آیات کی تلاوت کی :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ ﴾ (الشُّورٰی : ۳۰'۳۱)

﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (السجدۃ : ۲۱۔۲۴)

اور پھر ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا :

حضرات! پوری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان کا قیام اور ہندوستان کی تقسیم کی پشت پر دو قومی نظریہ کار فرما تھا۔ یعنی یہ تصور کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ" کے مصداق مسلمانوں کے علاوہ تمام غیر مسلم ہندو' سکھ' پارسی' عیسائی جدا قوم ہیں۔ یہ دو قومی نظریہ ہی تھا جسے ہندوستان میں مسلم لیگ لے کر اٹھی۔ تقریباً دو دہائیوں یعنی بیس برس تک اس دو قومی نظریئے کا پوری شدت کے ساتھ پرچار ہوا۔ آخر کار اس نظریئے کی حقانیت و قوت و صلابت نے اپنے مخالفین کو شکست دی۔ حالانکہ مخالفین میں بہت بڑی بڑی طاقتیں تھیں۔ ہندو بہت بڑی طاقت تھا' کانگریس بہت بڑی جماعت تھی۔ خود مسلمانوں میں بعض قابلِ لحاظ مقبولیت رکھنے والی جماعتوں نے بھی اس نظریئے کی مخالفت کی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ برطانیہ اس کا مخالف تھا۔ اس سب کے باوجود اس نظریئے میں اتنی طاقت تھی کہ اس نے سب کو شکست دی' ہندوستان تقسیم ہوا اور پاکستان بن گیا۔

قیامِ پاکستان کے وقت ہندو مسلم تصادم اور اختلاف پورے عروج پر تھا اور مخاصمت اور عداوت کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ چنانچہ تقسیمِ ہند کے وقت جس وحشت اور بربریت کا مظاہرہ ہوا ہے تاریخِ انسانی سے اس کی مثالیں بہت مشکل ہیں۔ تاریخ میں چھوٹے پیمانے پر تو اس قسم کی مثالیں موجود ہیں لیکن اتنے بڑے پیمانے پر جس طرح انسانوں کو قتل کیا گیا' بچوں کو اچھال کر نیزوں میں پرو لیا گیا' خواتین کی بے حرمتی ہوئی' پوری پوری بھری ہوئی ٹرینوں کو اس طرح کاٹ دیا گیا کہ بعض اوقات صرف ایک آدھ آدمی بچ کر پاکستان پہنچا' پورے پورے قافلے قتل کر دیئے گئے اور پھر یہ کہ اتنے بڑے پیمانے پر تبادلہ آبادی ہوا' تقریباً ایک کروڑ انسان اِدھر سے اُدھر گئے اور اُدھر سے اِدھر آئے' اس کی مثال بھی تاریخِ انسانی میں ملنی مشکل ہے۔ یہ ہیں حالات و واقعات جو قیامِ پاکستان کے وقت ظہور پذیر ہوئے۔

اس کے بعد سے اب تک جو باون سال گزرے ہیں ان میں جو حالات پیش آئے وہ گویا علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تفسیر ہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

ابتدا میں بھارت کو قوی امید تھی کہ پاکستان زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گا۔ ماؤنٹ بیٹن جو اُس وقت کانگریس کا سرپرست اور برطانیہ کا نمائندہ تھا' کانگریس نے اس کے ذریعے تقسیمِ ہند کے موقع پر پاکستان کو کمزور کرنے کی کئی سازشیں کیں تاکہ پاکستان پیدا ہوتے ہی ختم ہو جائے۔ مزید برآں ایک بہت بڑی سازش ہوئی جس میں فیصلہ کن ہاتھ ماؤنٹ بیٹن کی بیوی "اڈوائنا" کا تھا جس کے پنڈت نہرو کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے (یہ حقیقت اب پوری طرح طشت ازبام ہو چکی ہے۔) چنانچہ اس کے ذریعے ماؤنٹ بیٹن کو استعمال کر کے باؤنڈری کمیشن سے فیصلہ کروایا گیا کہ پاکستان کی شہ رگ "کشمیر" بھارت کے ہاتھ میں دے دی جائے۔

یہ تو بھارت کا سب سے پہلا ردِّعمل تھا اور بھارت کا خیال یہ تھا کہ پاکستان قائم نہیں رہے گا۔ لیکن اسی پر بس نہیں' اس کے بعد بھی بھارت کی مسلسل کوشش یہ رہی ہے کہ ٹھیک ہے پاکستان قائم رہے لیکن کم از کم بھارت کے ساتھ برابری کا خنّاس اپنے ذہن سے نکال دے اور چھوٹا بن کر رہے۔ اس کی تعبیر قرآن مجید کے الفاظ میں کی جائے تو یوں ہو گی جیسا کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلم رعایا کے بارے میں ارشادِ ربّانی ہے کہ : ﴿ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ یعنی وہ (غیر مسلم) اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں اور چھوٹے بن کر رہیں۔ قرآن حکیم نے غیر مسلموں کے اسلامی ریاست میں رہنے کے لئے جو شکل تجویز کی ہے وہ یہ ہے کہ غیر مسلم یعنی ہندو' سکھ' عیسائی' پارسی' یہودی وغیرہ سب اسلامی ریاست میں رہ سکتے ہیں لیکن وہ چھوٹے بن کر رہیں گے' اسلام کی بالادستی کو قبول کریں گے' اسلامی ریاست میں لاء آف دی لینڈ (Law of the Land) کی پابندی کریں گے جو لامحالہ قرآن اور سُنّت پر مبنی ہو گا اور جزیہ ادا کریں گے۔ البتہ ان کو اپنے مذہبی معاملات اور پرسنل لاء میں مکمل آزادی ہو گی۔ چنانچہ جس طرح قرآن مجید نے اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی پوزیشن معیّن کی ہے ماضی میں بھارت کی بھی یہی کوشش رہی ہے کہ پاکستان اس پوزیشن کو بھارت کے مقابلے میں قبول کر لے۔

آج کی دنیا میں جزیہ کیا ہے؟ یہی کہ کوئی ملک کسی دوسرے ملک کی تجارتی منڈی بن جائے۔ بھارت بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کے مال کی یہاں کھپت ہو تاکہ اس کی صنعت کو

فروغ ہو۔ دوسری طرف پاکستان کا معاملہ یہ رہا کہ ہم برابری کی سطح پر باعزّت اور پُروقار پڑوسیوں کی حیثیت سے بھارت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے بھارت کے خلاف کوئی عزائم نہیں ہیں لیکن ہم اپنی عزّت' وقار اور حمیت کا سودا کرنے کو تیار نہیں۔ ہم بھوٹان اور نیپال کی طرح کی طفیلی ریاستیں بننے کو تیار نہیں۔ چنانچہ اسی بناء پر پاکستان کے قیام سے لے کر آج تک دونوں ممالک میں مسلسل کشمکش چلی آرہی ہے۔

پاک بھارت اونچ نیچ کی تاریخ

اب میں اس برابری یا زیردستی کی تاریخ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ کشمیر میں آزادی کے لئے جہاد تو قیامِ پاکستان کے فوراً بعد شروع ہو گیا تھا۔ یہ جہاد وہیں کے لوگوں نے شروع کیا تھا۔ آغاز کرنے والوں میں سردار عبدالقیوم صاحب اور سید مظفر حسین ندوی صاحب جو تنظیم اسلامی آزاد کشمیر کے امیر ہیں' بہت سے لوگوں کے ساتھ شامل تھے' جس کے نتیجے میں کشمیر کا کچھ حصّہ بھارت کے تسلط سے کٹ کر آزاد ہوا' ساتھ ہی شمالی علاقے یعنی گلگت' بلتستان وغیرہ بھی پاکستان میں شامل ہو گئے۔ کشمیریوں کے اس جہاد کے موقع پر پاکستانی افواج کا کمانڈر انچیف انگریز تھا۔ اسے قائداعظم نے کشمیر میں مجاہدین کی مدد اور کشمیر پر حملہ کا حکم بھی دیا تھا' لیکن اُس نے قائداعظم کا حکم ماننے سے انکار کیا ورنہ اُس وقت پاکستان کی طرف سے صرف ایک حملہ (thrust) کی ضرورت تھی' جس کے نتیجے میں بھارت کا کشمیر کے ساتھ زمینی رابطہ منقطع ہو جاتا اور بھارت بے بس ہو کر رہ جاتا۔ کچھ لوگ پاکستان سے انفرادی حیثیت میں کشمیر کے جہاد میں آزادانہ طور پر گئے تھے۔ بہرحال پاکستان کی طرف سے کوئی پیش قدمی نہ ہونے کے باوجود بھی پاکستان کا پلڑا اتنا بھاری تھا کہ بھارت کو فریادی بن کر اقوامِ متحدہ میں جانا پڑا اور وہاں اس نے کشمیر میں رائے شماری کا وعدہ کر کے جان چھڑائی کہ ہم انہیں خود اختیاری کا موقع دیں گے۔ اس سے متصلاً بعد ایک موقع پر جب بھارت کی طرف سے پاکستان کے لئے کچھ عداوت کا اظہار ہوا تھا تو اسی شہر لاہور کے یونیورسٹی گراؤنڈ میں خان لیاقت علی خان نے بھارت کو وہ تاریخی مُکّا دکھایا تھا اور صرف مُکّا ہی نہیں دکھایا بلکہ بندر روڈ کراچی پر یوم پاکستان کی پریڈ کے موقع پر چودہ مسلمان ملکوں کے فوجی دستے بلا کر پریڈ میں شامل کر کے گویا بھارت کو دکھا دیا کہ پاکستان اکیلا نہیں ہے' پورا عالمِ اسلام اس کے

ساتھ ہے۔ اس طرح بھارت کو یہ پیغام دیا گیا کہ اس مغالطے میں نہ رہنا کہ پاکستان چھوٹا ملک ہے اور بھارت بڑا ملک ہے' ہمارے پیچھے پورا عالم اسلام ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ چودہ مسلمان ملکوں کے فوجی دستے بندر روڈ پر سے پریڈ کرتے ہوئے گزرے تو اس کی دہشت پوری دنیا پر طاری ہوئی۔ یہ بھارت کے لئے بہت بڑا لمحہ فکریہ تھا کہ پاکستان تنہا نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ہم نے آغاز میں کچھ اپنے بل بوتے پر اور کچھ عالمِ اسلام کی حمایت کے بل پر بھارت کی ہمسری اور برابری کا تأثر قائم رکھا کہ ہم برابر کی چوٹ ہیں' تم ہمیں چھوٹا نہ سمجھو' ہم تمہارے سامنے جھکنے اور چھوٹا بن کر رہنے کو تیار نہیں۔

اس کے بعد اس صدی کی تاریخ کا وہ طویل دور شروع ہوا جسے سرد جنگ کا دور (Cold War Era) کہا جاتا ہے۔ امریکہ پر روس اور کمیونزم دونوں کا شدید خوف طاری تھا۔ اس وقت روس USSR کے عنوان سے اپنی فوجی و عسکری قوت کے اعتبار سے بہت بڑی طاقت تھا۔ خاص طور پر تسخیرِ خلاء میں وہ امریکہ سے بہت آگے نکل گیا تھا' اس کی وجہ سے USSR کا خوف امریکہ اور پورے یورپ پر مسلط تھا۔ ساتھ ہی یہ کہ روس کو ایک نظریئے کی دعوت کی برتری بھی حاصل تھی کہ دنیا کے پسے ہوئے' دبے ہوئے' مظلوم و مقہور' مستضعفین اور exploited لوگ اپنے حقوق کے لئے کھڑے ہو جائیں' اور جبارین' مستکبرین' مترفین' سرمایہ دار اور استحصال کرنے والوں کے خلاف انقلاب برپا کر دیں۔ اس نظریئے میں اتنی جان تھی کہ یہ لاطینی امریکہ تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ اب بھی اگرچہ روس میں اس کمیونزم کا تیاپانچہ ہو چکا اور USSR کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے لیکن کیوبا کے اندر آج بھی ایک کمیونسٹ ریاست موجود ہے۔ اسی طرح بھارت کے صوبہ مغربی بنگال میں اب بھی کمیونسٹ پارٹی کی حکومت ہے۔ چنانچہ یہ نظریہ اب بھی مرا نہیں بلکہ اس نظریہ کے تحت جو نظام بنا اس کی کچھ خامیاں سامنے آئی ہیں' نظریہ تو اپنی جگہ موجود ہے۔ بہرحال اُس دور میں امریکہ کو شدت کے ساتھ کچھ اتحادیوں کی ضرورت تھی۔ دوسری طرف ہمیں بھی بھارت کے مقابلے میں تحفظ کی ضرورت تھی۔ ظاہر بات ہے کہ ہم تنہا تو بھارت کے مقابلے میں نہیں کھڑے ہو سکتے تھے۔ یہ گویا دونوں کی ضرورت تھی' جس کے نتیجے میں ہم امریکہ کے اتحادی بن گئے۔

مجھے اب بھی یاد ہے کہ ۱۹۵۳ء میں جب میں اسلامی جمعیت طلبہ کا ناظم اعلیٰ تھا' اُس

زمانے میں خواجہ ناظم الدّین صاحب پاکستان کے وزیراعظم تھے اور دورے پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں گورنر ہاؤس لاہور میں جمعیت طلبہ کا ایک وفد لے کر ان کے پاس گیا تھا۔ اُس زمانے میں "MEDO" (مڈل ایسٹ ڈیفنس آرگنائزیشن) کی تجویز چل رہی تھی۔ ہم نے کہا کہ ہم اس سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں تو ناظم الدین صاحب نے کہا کہ یہ بچوں اور طالب علموں کا کام نہیں ہے۔ میرے ذہن میں یکدم ایک بات آئی جو کہہ بھی دی کہ جناب آپ تو یہ سب کچھ کر کے اور ملک کو طرح طرح کے بندھنوں میں باندھ کر چلتے بنیں گے' ملک تو کل ہمیں سنبھالنا ہے' اس لئے ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اس پر خواجہ صاحب نے کہا : اچھا اچھا بتایئے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ وہاں سردار عبدالرب نشتر صاحب بھی موجود تھے' جنہوں نے ہمارا تعارف کروایا تھا۔ بہرحال اس موقع پر خواجہ ناظم الدین صاحب نے نہایت سادگی کے ساتھ کہا کہ دیکھیئے! "پنڈت جی تو نہیں چاہتے ناں کہ پاکستان قائم رہے اور ہم اکیلے تو بھارت کا مقابلہ نہیں کر سکتے ناں' تو ہمیں بھی تو کسی کی مدد کا ہاتھ چاہیئے ناں"۔ ان تین جملوں میں انہوں نے نہایت سادگی کے ساتھ بات کر دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ نہایت سادہ انسان تھے۔ وزیراعظم کی حیثیت سے اس انداز سے بات کرنا جبکہ ڈپلومیٹک زبان مختلف ہوتی ہے' ان کی سادگی کا مظہر تھا۔ بہرحال اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ ہم جب امریکہ کے اتحادی بن گئے تو بھارت کے ساتھ برابر کی چوٹ ہو گئے۔ اب ہمیں دھڑا دھڑ امریکہ کی مالی امداد ملنا شروع ہو گئی۔ اس کے ساتھ اسلحہ بھی ملا۔ آپ کو یاد ہو گا ہم کو جب سیبر جیٹ ملے تھے جو بھارت کے پاس نہیں تھے' اور ان جہازوں نے ۶۵ء کی جنگ میں بڑی کارگزاری دکھائی تھی' اسی طرح ہمارا ٹینک ہلکا ہونے کے باعث جلدی سے حرکت کر سکتا تھا اور پوزیشن بدل سکتا تھا جبکہ بھارت کے پاس بڑے بھاری بھاری ٹینک تھے جن کو ملنے جلنے میں بڑا وقت لگ جاتا تھا۔ یہ دونوں ہتھیار ہمارے پاس موجود تھے جو کہ بھارت کے پاس نہیں تھے۔ ان بنیادوں پر ہم بھارت کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر اور گردن اونچی کر کے کھڑے رہے کہ ہم اس کے برابر کے ہیں۔ اگرچہ جو امریکی مالی امداد اُس وقت شروع ہوئی وہ انجام کار کے اعتبار سے ٹی بی کے مرض سے کم نہ تھی' کیونکہ ہمیں اپنے وسائل پر اعتماد کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی بجائے امداد کے سہارے اپنی معیشت

استوار کرنے کی عادت پڑ گئی' جس کا خمیازہ ہم اب تک بھگت رہے ہیں۔ بہرحال امریکی امداد نے ہمیں بھارت کے مدمقابل لا کھڑا کیا۔ چنانچہ ۶۵ء کی جنگ میں اگر ہم نے بھارت کا حملہ روک لیا تو اس میں جہاں یقیناً اللہ تعالیٰ کی معجزانہ مدد شامل تھی وہاں ہمیں بھارت پر اسلحہ کی برتری بھی حاصل تھی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ ہم امریکہ کے اتحادی تھے اور ہمارے پاس جدید ہتھیار تھے جبکہ بھارت کے پاس پرانے ہتھیار تھے۔

لیکن اُسی زمانے میں بین الاقوامی سطح پر ایک تبدیلی آئی۔ امریکہ اور یو ایس ایس. آر خلا اور ایٹمی ہتھیاروں کے معاملے میں تقریباً مساوی ہو گئے۔ اور دونوں کو یہ شدت کے ساتھ محسوس ہوا کہ اگر کہیں اتفاق سے بھی جنگ چھڑ گئی تو دونوں ملکوں میں بہت بڑی تباہی آ جائے گی' بلکہ شاید روئے ارضی پر حیاتِ انسانی کا خاتمہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر غلطی سے بھی ٹریگر دب جائے' کمپیوٹر سے غلطی ہو سکتی ہے' کمیونیکیشن کی غلطی ہو جائے یا شارٹ سرکٹ ہو جائے تو قیامت آ جائے گی۔ لہٰذا اس احساس کے ساتھ دونوں سپر پاورز میں اسلحہ کی تخفیف کے لئے گفت و شنید شروع ہوئی۔ چنانچہ کولڈ وار کی جو گرمی اور حِدّت تھی وہ ختم ہو گئی۔ اس کے نتیجے میں ہماری حیثیت بھی کم ہو گئی' کیونکہ امریکہ کیلئے ہماری اہمیت تو صرف روس کے ساتھ کولڈ وار کی وجہ سے تھی ورنہ اس کے ساتھ ہمارے رشتہ کی کوئی دوسری بنیاد اور کوئی جڑ نہیں تھی۔ دوسری طرف کچھ زمینی حقائق ابھر کر سامنے آ گئے۔ سب سے بڑی حقیقت تو یہ تھی کہ بھارت ہمارے مقابلے میں بہت بڑا ملک تھا۔ پھر اس نے اس واقعہ کے ردِّ عمل میں کہ ہم امریکہ کی جھولی میں جا گرے تھے' اپنے آپ کو روس کے ساتھ نتھی کر لیا۔ لہٰذا اسے روس سے امداد اور اسلحہ ملا۔ بھارت سے اپنی اسی دوستی کے حوالے سے روس نے یو این او میں کشمیر کے معاملے میں اگر کبھی کوئی پیش رفت ہونے کا امکان پیدا ہوا تو سیکورٹی کونسل میں ویٹو کر دیا۔ اس پر امریکہ کو ضرورت محسوس ہوئی کہ بھارت کا روس سے دودھ چھڑائے۔ چنانچہ امریکہ نے بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانی شروع کیں۔ علاوہ ازیں امریکہ کو یہ بھی احساس تھا کہ اس خطّے میں چین کی شکل میں جو دوسری بڑی طاقت ابھر کر سامنے آ رہی ہے اس کا کوئی مدِّمقابل بن سکتا تو وہ بھارت ہے' پاکستان نہیں۔ ان جغرافیائی حقائق کے علاوہ امریکہ کی بھارت میں دلچسپی کی وجہ بھارت کی بہت بڑی تجارتی منڈی بھی بنی۔ کیونکہ آج کی دنیا میں

سب سے بڑی شے تجارت ہے۔ اور بھارت پاکستان کے مقابلے میں بہت بڑی منڈی ہے۔ ان تینوں حقائق کی بنا پر امریکہ نے بھارت کے ساتھ محبّت کی پینگیں بڑھانی شروع کیں۔

انہی حالات میں ۷۱ء کی جنگ ہوئی اور سقوطِ مشرقی پاکستان کا سانحہ ظہور پذیر ہوا۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کا پس منظر کیا تھا' حالات و اسباب کیا تھے' ہماری غلطیاں کیا تھیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے۔ بہرحال اس مشکل وقت میں امریکہ بھارت اور پاکستان کے بین بین آ گیا تھا' اور اُس وقت امریکہ پاکستان کو اپنا اتحادی نہیں سمجھتا تھا البتہ بھارت کے ساتھ وہ کچھ نہ کچھ محبّت کی پینگیں بڑھا رہا تھا۔ للٰذا مشرقی پاکستان کے بارے میں امریکہ سے ہماری یہ توقّعات بالکل غلط ثابت ہوئیں کہ امریکہ ہماری مدد کرے گا۔ اس موقع پر امریکہ نے ہمیں دھوکے میں رکھا کہ اس کا بحری بیڑا آ رہا ہے جو بھارت کو روک لے گا اور پاکستان کی سالمیت قائم رہ جائے گی۔ ادھر چین نے بھی صاف کہہ دیا کہ جو کچھ مشرقی پاکستان میں ہو رہا ہے یہ آپ کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہاں اندرونی طور پر اگر کوئی بغاوت پیدا ہوئی ہے تو یہ آپ کے غلط طرزِ عمل کی وجہ سے ہوئی ہے۔ للٰذا اس مسئلے کو آپ خود حل کریں۔ بہرحال اس معاملے میں امریکہ کی بے رخی کی وجہ بعد میں کسنجر نے یہ بتائی کہ ہماری اپنی پالیسی بھی یہی تھی کہ یہ دونوں خِطّے علیحدہ ہو جائیں' کیونکہ امریکہ اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ یہ ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ للٰذا اس نے ہمیں دھوکے میں رکھا کہ مدد کریں گے۔ ہمیں یہ خبریں بھی سنائی گئیں کہ فلاں بحری بیڑا چل رہا ہے' وہ اب بحرِ ہند میں داخل ہو گیا ہے جو آج آیا کہ کل آیا۔ بھارت نے اس صورت حال سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور پاکستان کو دولخت کر دیا۔ یہاں یہ ذہن میں رہنا چاہیئے کہ مغربی پاکستان کی حفاظت میں اگرچہ مشیتِ ایزدی کو فیصلہ کُن دخل حاصل تھا کیونکہ فاعلِ حقیقی تو وہی ہے "لَا فَاعِلَ فِی الْحَقِیْقَةِ وَ لَا مُؤَثِّرَ اِلَّا اللّٰہُ" لیکن یہ کہ عالمِ اسباب میں امریکی صدر نکسن نے اگر روس کے سربراہ کوسیجن کو ہاٹ لائن پر فون نہ کیا ہوتا اور کوسیجن اندرا گاندھی کو یکطرفہ طور پر سیز فائر کا حکم نہ دیتا تو مغربی پاکستان زیادہ سے زیادہ چھ دن میں ختم ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ہماری ایئر فورس تقریباً ناک آؤٹ ہو چکی تھی' روس نے انڈیا کو ایسے ہیلی کاپٹر دے دیئے تھے جن میں ایسے آلات فٹ تھے کہ وہ بھارت کی فضا میں پرواز کر

رہے ہوتے تھے' لیکن ہمارا کوئی جہاز جنبش بھی کرتا تو ان کو اطلاع ہو جاتی تھی۔ اسی طرح بھارت ہماری نیوی کو کیماڑی میں آکر ہٹ کر گیا تھا۔ ہمارا گراؤنڈ ڈیفنس بھی دو جگہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ سندھ میں راجستھان سیکشن ختم ہو چکا تھا۔ شکر گڑھ میں بھارت کی پیش رفت تیزی کے ساتھ جاری تھی۔ صرف ٹکا خان صاحب ایک ٹاسک فورس لے کر سلیمانکی ہیڈ ورکس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس وقت ہماری پوزیشن یہ تھی۔

بہرحال سقوطِ مشرقی پاکستان کی شکل میں ہم پر عذابِ الٰہی کا پہلا کوڑا برسا ہے جیسا کہ سورۃ السجدہ کی آیت ۲۱ میں ارشادِ ربانی ہے : ﴿ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ ﴾ یعنی "ہم انہیں لازماً بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزا چکھائیں گے شاید کہ یہ رجوع کریں اور باز آجائیں"۔ اللہ تعالیٰ کی سُنّت یہ ہے کہ وہ درگزر بھی کرتا ہے اور مہلت بھی دیتا ہے' لیکن سزا بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ۲۵ برس تک مہلت دیئے رکھی' لیکن ہم نے وعدہ خلافی کی۔ ہم نے قیامِ پاکستان کے وقت جو نعرے لگائے تھے کہ "پاکستان کا مطلب کیا' لا اِلٰہ اِلاّ اللہ" ان کے ضمن میں صرف "لا اِلٰہ" پر آکر بات رُک گئی "اِلاّ اللہ" آیا ہی نہیں اور اسلام کی طرف کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ اسی طرح ہم نے سارے مظالم جاری رکھے۔ استحصال اور ظلم کی بدترین صورت یعنی جاگیرداری نظام کو ہم نے جوں کا توں رکھا جو کہ روئے ارضی پر بدترین ظلم ہے۔ کاشتکار کے خون پسینہ کی محنت پر جاگیردار بیٹھ کر عیش کرے' اس سے بڑا ظلم کوئی ہو ہی نہیں سکتا جسے ہم نے جاری رکھا۔ چنانچہ ہمیں یہ سزا ملی کہ مشرقی پاکستان الگ ہو گیا۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری بھارت کے مدِمقابل ہونے والی حیثیت ختم ہو گئی اور ہمارے غبارے سے ہوا نکل گئی۔

۱۹۸۰ء میں جب مَیں پہلی مرتبہ بھارت گیا تو علی گڑھ کے مسلمانوں سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ "ہم ۱۷ء تک یہ سمجھتے تھے کہ پاکستان ہمارا محافظ ہے۔ ۱۷ء کے بعد اب ہمارا خیال ہے کہ پاکستان اپنی حفاظت ہی کر لے تو بہت بڑی بات ہے' وہ ہماری کیا حفاظت کرے گا"۔ اسی طرح اب تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ دہلی کے ائمہ مساجد نے کشمیر کے مسئلے میں وفد کی صورت میں جا کر حکومتِ ہند کو اپنے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ جمعیت علماء ہند نے ایک جلوس نکالا' ان کا مطالبہ تھا "We want

قرآن اکیڈمی کراچی

"entire Kashmir" یعنی آزاد کشمیر بھی بھارت کے پاس آنا چاہیئے۔ اب وہاں کے مسلمانوں کی بنیادی ذہنیت میں تبدیلی آچکی ہے۔ ان کی سوچ اب اس طرح پاکستان کے ساتھ نہیں جیسے سقوطِ ڈھاکہ سے پہلے تھی۔ اس لئے کہ پاکستان نے اب تک کیا کیا ہے؟ کیا یہاں اسلامی نظام قائم ہوا؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا ان کی ہمدردی اب ہمارے ساتھ کیسے ہوگی؟

بہرحال سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد ہماری بھارت سے برابری والی حیثیت ختم ہوگئی لیکن مغربی پاکستان کے مسلمانوں نے اس سانحہ کے صدمے اور اس کے نتیجے میں بھارت کے مقابلے میں اپنی کمتری کو ذہناً تسلیم نہیں کیا' اس لئے کہ مشرقی پاکستان کا سانحہ ہم سے ہزار میل کے فاصلے پر ہوا تھا۔ فوج نے جو بھی ہتھیار ڈالے وہاں ڈالے۔ ۹۳ ہزار قیدی وہاں ہوئے۔ اس لئے مغربی پاکستان کے لوگوں نے اس صدمے کو اس طرح محسوس نہیں کیا جیسا کہ کرنا چاہیئے تھا۔

اس دور میں ایک اور کام یہ ہوا کہ اب امریکہ کی امداد ختم ہوگئی' کیونکہ امریکہ کا اس خطے میں کوئی مفاد نہیں رہا تھا۔ چنانچہ ہمیں اپنی معیشت چلانے کے لئے سودی قرضوں پر انحصار کرنا پڑا۔ امریکی امداد سے جو ٹی بی کا مرض شروع ہوا تھا اس نے سودی قرضوں کی صورت میں بلڈ کینسر کے مرض کی شکل اختیار کرلی۔ پھر جو بھی قرضہ آیا اس کا بڑا حصہ کرپشن کی نظر ہوگیا' اس سے محل بن گئے' کوٹھیاں اور بینک بیلنس بن گئے۔ تھوڑا بہت اگر کام ہوا بھی تو وہ بھی غیرمعیاری' کیونکہ نچلے درجے میں بھی تو کرپشن ہوتی ہے۔ اگر ایک کروڑ کا منصوبہ ہے تو اس میں سے بیس پچیس لاکھ ہی لگے گا۔ کیونکہ نچلے درجے میں ایس ڈی او' ایکسین وغیرہ کا حصہ بھی ہوتا ہے۔ نتیجتاً پاکستان معاشی اعتبار سے کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔

اگلا دور ۷۹ء سے ۸۹ء تک کا ہے جب روس نے اپنی افواج افغانستان میں داخل کرنے کی حماقت کا ارتکاب کیا اور اس کے خلاف جہادِ افغانستان سے دنیا میں بالکل ایک نئی صورت حال پیدا ہوئی۔ یہ امریکہ کے لئے سنہری موقع تھا کہ ویت نام میں روس کی وجہ سے ہونے والی اپنی شکست کا اس سے بدلہ لے۔ امریکہ نے دیکھا کہ مسلمان افغان مجاہدین مرنے کے لئے بڑی آسانی سے تیار ہیں' لہٰذا اس نے داؤ لگایا اور مجاہدین کو پیسہ' ہتھیار' گاڑیاں اور سٹنگر میزائل دیئے۔ چنانچہ اس نے اپنا مقصد حاصل کرلیا' نہ صرف یہ

کہ ویت نام کا بدلہ چکالیا بلکہ USSR کے ٹکڑے ہو گئے اور روس تباہ و برباد ہو گیا۔ اس پوری امداد کا Conduit تو پاکستان تھا' لہٰذا پاکستان نے اس میں سے اپنا حصہ وصول کیا۔ کچھ دیانت دارانہ کمیشن لیا' کچھ بددیانتی کے ساتھ غبن کر کے۔ ہمارے بڑے بڑے جرنیل جو ارب پتی بنے' وہ آخر کہاں سے بنے؟ تاہم اس امریکی مالی و فوجی امداد کے بل بوتے پر اس عرصے کے دوران ہم پھر بھارت کے برابر آگئے اور ہم نے گردن اکڑا لی۔

پیش منظر

اس کے بعد کے دس سال ۸۹ء سے ۹۹ء تک کے حالات کا جائزہ لیں تو ہماری معیشت کا بیڑہ غرق ہو چکا ہے۔ امداد کے ذریعے جو ٹی بی شروع ہوئی اور سودی قرضوں کے ذریعے جو بلڈ کینسر ہوا تھا' اس سے ہماری اقتصادی موت واقع ہو چکی ہے۔ اب تو وہ صورت ہے جیسے کہ آج کل جب کوئی مریض عملی طور پر بالکل مر چکا ہوتا ہے تو اس کو مختلف نالیاں لگا کر' ہارٹ کو کرنٹ کے ذریعے چلا کر زندہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کو Human Vegetable کہتے ہیں۔ پاکستان کی معیشت کی حیثیت بھی اس سے زیادہ نہیں ہے۔ ہماری ساری تگ و دو بس یہاں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے کہ کسی طرح ڈیفالٹ سے بچ جائیں' اور یہ کہ قرضوں کی ری شیڈولنگ کروانے کے لئے عالمی مالیاتی اداروں کی منتیں' سماجتیں اور خوشامدیں کی جاتی ہیں۔ اس کے بدلے میں وہ اپنی من مانی شرائط منواتے ہیں۔

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ اب امریکہ فیصلہ کُن طور پر بھارت کا ہمنوا ہے۔ اب وہ بین بین والی پالیسی بھی ختم ہو گئی ہے جو افغان جہاد سے پہلے تھی۔ اب واضح طور پر امریکہ کا جھکاؤ بھارت کی طرف ہے۔ چنانچہ اب ہم پر امریکہ کا دباؤ ہے کہ ہم بھارت کے مدِمقابل ہونے کا خنّاس دماغ سے نکال دیں۔ اس کا موقف یہ ہے کہ تم کسی اعتبار سے بھارت کے مدمقابل نہیں ہو' یہ تمہارے دماغ میں خنّاس ہے' اسے نکال باہر کرو اور بھارت کے ساتھ کشمیر کا ذکر کئے بغیر اپنے تعلقات کو بحال کرو۔ مسئلہ کشمیر کو مؤخر کرو' اسے بعد میں دیکھا جائے گا۔ لیکن تجارت' ثقافت اور آمدورفت کے دروازے کھول دو۔

اسی دور میں خود امریکہ کی نیت بھی کشمیر کے بارے میں خراب ہو گئی۔ چنانچہ یہ

بات ایک بھارتی وزیر داخلہ نے انڈین پارلیمنٹ میں فلور آف دی ہاؤس پر بھی کہی تھی کہ کشمیر کے ضمن میں امریکہ کی اپنی نیت خراب ہو گئی ہے۔ دراصل امریکہ چاہتا ہے کہ مکمل کشمیر اور پاکستان کے شمالی علاقوں پر مشتمل ایک الگ آزاد ریاست قائم کی جائے۔ چنانچہ امریکہ کی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل نے کہا تھا کہ ہم کشمیر کا وہ علاقہ بھی چین سے واپس لیں گے جو پاکستان نے اسے دے دیا تھا۔ یعنی بھارت کا کشمیر' پاکستانی کشمیر' گلگت' بلتستان اور جو پاکستان نے لدّاخ کا تھوڑا سا علاقہ چین کو دے دیا تھا' سب واپس لے کر ایک الگ ریاست بنائیں گے جو آزاد ہو گی۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو یہ گویا ہارٹ آف ایشیا میں ایک نیا اسرائیل ہو گا تاکہ یہاں قدم جما کر امریکہ چین' بھارت' پاکستان اور افغانستان کی نگرانی (monitor) کر سکے اور ان ملکوں کے ساتھ ساتھ ترکستانی مسلم ریاستوں کو کنٹرول کر سکے۔

بہرحال اس پس منظر میں ہماری بھارت سے برابری والی حیثیت ختم ہو چکی تھی' لیکن ہم نے ۲۸ مئی ۹۸ء کو جب ایٹمی دھماکے کئے تو اس سے وہ جذباتی و نفسیاتی فضا دوبارہ پیدا ہو گئی اور ہم دوبارہ بھارت کے مدِّمقابل آ گئے۔ حالانکہ کہا جاتا ہے کہ امریکی صدر کلنٹن نے پانچ مرتبہ فون کیا تھا کہ ایٹمی دھماکے مت کرو لیکن نواز شریف نے ان سب کو نظرانداز کیا جس سے یہ ثبوت پیدا ہوا کہ ہم آزاد ہیں۔ اللہ نے نواز شریف کو ہمت دی یا انہوں نے کسی سیاسی مصلحت کے پیش نظر دھماکے کئے۔ تاہم ہمارے اس جرأت مندانہ اقدام سے یہ تاثر ملا کہ ہم امریکہ کی ڈکٹیشن لینے کے لئے تیار نہیں' ہم ایک آزاد قوم ہیں۔ چنانچہ ہم پھر خود کو بھارت کے برابر سمجھنے لگے اور ہمیں یہ زعم ہو گیا کہ ہم بھارت سے برابری کی سطح پر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتے ہیں۔ اسی کیفیت میں جب اعلانِ لاہور ہوا' واجپائی صاحب خود پاکستان آئے' تو بھی ہم میں ایک برابری کا احساس تھا' کیونکہ برابری کی سطح پر بات ہو رہی تھی۔ یہ چیز اپنی انتہا کو اُس وقت پہنچی جب دو مہینے پہلے کارگل کا معاملہ شروع ہوا۔ اس میں بھارت کی بے بسی اور تلملاہٹ دیدنی تھی کہ اپنی پوری طاقت صرف کر کے کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔ یہ جو کیفیت سامنے آئی اس سے یوں سمجھئے کہ ہمارے اندر مدِّمقابل اور برابر کی چوٹ ہونے اور ایک آزاد ملک ہونے کا جو احساس تھا وہ اپنے پورے عروج کو پہنچ گیا۔ اسی کا مظہر ہے کہ ہم نے بڑے اعتماد کے ساتھ

بھارت کے دو مِگ طیارے مار گرائے اور فوج نے یہ ثابت کیا کہ ہم ایک باوقار قوم کی حیثیت سے اپنی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرنے والوں سے نمٹ سکتے ہیں۔

المناک ڈراپ سین

اب اس پس منظر میں نواز شریف صاحب کی جو امریکہ یاترا ہوئی اور وہاں سے جو اعلامیہ جاری ہوا اور جن حالات میں یہ سفر ہوا' اس نے گویا ایک دم اس غبارے کی ہوا نکال کر جوش و خروش ختم کر دیا اور پوری قوم انتہائی صدمے سے دوچار ہو گئی۔ بلکہ اس صدمے کو قوم نے اتنا محسوس کیا جتنا ۱۹۷۱ء کا صدمہ بھی محسوس نہ کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ سانحہ ہم سے ایک ہزار میل دور ہوا تھا' جبکہ یہ بات تو گویا بالکل ہمارے سروں کے اوپر وقوع پذیر ہوئی ہے۔ اگرچہ ہمارے ذرائع ابلاغ اور سرکاری و درباری لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ عوام کو کچھ نہیں ہوا صرف چند مذہبی لوگ اور جہادی تنظیمیں جذباتی باتیں کر رہی ہیں' اخبارات میں یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ باقی عوام میں کوئی بے چینی اور پریشانی نہیں ہے' لیکن واقعہ یہ ہے کہ پوری قوم صدمے سے دوچار ہے۔ اس پر میں انگریزی میں یہ کہوں گا : "It is as if we have been cut to size."

حکومت کے اس طرزِ عمل سے ہماری وہ مدِ مقابل والی حیثیت ختم ہو گئی اور ایسا فرق و تفاوت سامنے آیا کہ صدرِ امریکہ بھارت کے وزیر اعظم کو اپنے ہاں بلاتا ہے تو وہ رعونت کے ساتھ جانے سے انکار کرتا ہے۔ صدر امریکہ مسلسل وہ بولی بول رہا ہے جو بھارت بول رہا ہے اور اس حال میں ہمارے وزیر اعظم بڑے ہی غیر معمولی حالات میں' جبکہ ان کے ہاں قومی چھٹی تھی' درخواست کر کے اور "شب کی منتوں نے تو کھو دی رہی سہی" کے مصداق التجائیں کر کے وہاں گئے اور وہاں جس اعلامیہ پر دستخط کئے اس کا لُبِ لباب یہ ہے کہ ہم امریکہ کی کالونی ہیں اور نواز شریف امریکہ کی طرف سے وائسرائے ہیں۔ اس لئے کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نواز شریف وہاں لینے کیا گئے تھے؟ ان کے جانے کا سبب کیا تھا؟ کس تیزی سے وہاں گئے کہ وہاں کے پاکستانی سفارت خانے کو بھی اطلاع نہ تھی کہ وہ کہاں پہنچ رہے ہیں' ان کا جہاز کہاں اترے گا؟ واشنگٹن اتریں گے یا نیویارک جائیں گے؟ جہاز کے لئے خصوصی اجازت لی گئی کہ پہلے انہیں لے کر واشنگٹن جائے گا اور وہاں سے واپس نیویارک آ کر مسافروں کو اتارے گا۔ یہ سارا کچھ کرنے کا

آخر مقصد کیا تھا؟ انہیں کیا مصیبت درپیش تھی؟

دیکھئے! میرا اپنا موقف یہی تھا اور میں نے ڈنکے کی چوٹ کہا تھا کہ ہمیں جنگ سے گریز کرنا چاہیئے۔ لیکن بعض دفعہ آراء ایک بھی ہوں تو ان کا پس منظر بہت مختلف ہو سکتا ہے۔ بلا تشبیہ مَیں یہ مثال دے رہا ہوں کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی رائے بھی وہی تھی جو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی کی رائے تھی۔ یعنی یہ کہ مدینے میں محصور ہو کر دفاع کیا جائے' جیسا کہ دو سال کے بعد غزوۂ خندق میں ہوا۔ حضور ﷺ کی ذاتی رائے تو یہی تھی لیکن کچھ نوجوان مجاہد صحابہ کرامؓ جو خاص طور پر معرکۂ بدر میں نہیں جا سکے تھے اور قتال فی سبیل اللہ کی سعادت سے محروم رہے تھے' کیونکہ اُس وقت کسی کو معلوم ہی نہیں تھا کہ جنگ ہو جائے گی' ان نوجوانوں نے کہا کہ ہم کھل کر میدان میں جنگ لڑیں گے اور دُوبدُو مقابلہ کریں گے' ہم اس طرح محصور ہو کر دفاع کیوں کریں۔ ان میں جوشِ جہاد و جذبۂ شہادت تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی رائے کو نظرانداز کرتے ہوئے ان کی رائے کا لحاظ کیا۔ اس کے برعکس عبداللہ بن اُبَی کی رائے کی بنیاد اس کی منافقت تھی' اگرچہ محمدٌ رسول اللہ ﷺ اور عبداللہ بن اُبَی کی رائے ایک ہی تھی۔ لہٰذا پس منظر سے رائے کا درست مدّعا سمجھا جا سکتا ہے۔ بہرحال میں بھی چاہتا تھا کہ یہ صورت حال de-escalate ہو' لیکن اس طرح نہیں جیسا کہ اب ہوا ہے ؏ آئیں وہ یاں خدا کرے پر نہ خدا کرے کہ یوں!

یہ تو شروع ہی سے آثار نظر آنے لگے تھے کہ ہماری سیاسی قیادت مصالحت کی طرف آمادہ ہے۔ میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ کارگل کی صورتحال ان کی مرضی کے بغیر ہوئی' فوج نے از خود یا مجاہدین کو سپورٹ کر کے یہ سب مہم جوئی کی۔ البتہ یہ بات معلوم ہے کہ ایک طرف فوج کا رویّہ تھا کہ انہوں نے بھارت کے دو جہاز مار گرائے۔ پھر یہ کہ ہندوستان کا جو پائلٹ پکڑ لیا گیا تھا جب اسے بھارت نے واپس طلب کیا تو فوج کی طرف سے انکار ہوا کہ ہم اسے واپس نہیں کریں گے۔ حالانکہ بھارت کا کہنا یہ تھا کہ یہ جنگی قیدی (POW) نہیں ہے جسے آپ روک سکیں' کیونکہ بھارت اور پاکستان کے درمیان Declared War نہیں ہے۔ پھر بھی فوج کا موقف تھا کہ ہم اسے واپس نہیں کریں گے' لیکن حکومت نے اسے واپس کیا تاکہ کشیدگی میں اضافہ نہ ہو۔ ہماری سیاسی قیادت کا

رویہ مصالحت کا تھا۔ اسی طرح بھارت سرتاج عزیز کے دورے کو خوش آمدید کہنے کے لئے کسی طرح بھی تیار نہیں تھا' لیکن ہم نے انہیں پھر بھی بھارت بھیجا اور ساری توہین کو برداشت کیا۔ یہ تو ایک روش تھی کہ مصالحت ہو جائے' صورتحال بگڑنے نہ پائے' چوتھی جنگ نہ ہو۔ پھر یہ بات بھی کھل گئی کہ پس پردہ کچھ بات چیت ہو رہی ہے اور ٹریک ٹو ڈپلومیسی چلی' ڈاکٹر مبشر حسن کیسے گئے اور کیوں؟ نیاز اے نائیک کیوں اور کیسے گئے؟ انہوں نے تو آکر یہ تک کہہ دیا تھا کہ کارگل سے واپسی کا ٹائم ٹیبل طے ہو رہا ہے' دونوں ممالک کے کمانڈر بیٹھ کر واپسی کا ٹائم ٹیبل طے کر لیں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بات یہاں تک پہنچ گئی تھی پھر نواز شریف امریکہ کیا لینے گئے؟ یہ بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ فون پر ہی کلنٹن سے کہہ دیتے کہ ٹھیک ہے' ہم خود ہی آپ کی رائے کے مطابق معاملہ کر رہے ہیں اور پاکستان اور بھارت آپس میں گفتگو کر کے اس تنازعہ کو سلجھا لیں گے۔ اس سوال کا اب تک ایک ہی جواب سامنے آیا ہے (دوسرا کوئی جواب سرے سے سامنے آیا ہی نہیں) اور وہ واحد جواب یہ ہے کہ نواز شریف صاحب صرف اپنی نوکری پختہ کروانے کے لئے امریکہ گئے ہیں۔ واللہ اعلم!

ذلّت و رسوائی کا اصل سبب

بہرحال یہ تو سامنے کا سین ہے۔ اب behind the scene کے بارے میں سوچیں کہ یہ معاملہ ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ ہمیں آخر یہ ذلت کیوں اٹھانا پڑی ہے؟

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند؟
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں!

اس کا جواب ہمیں سورۃ الشوریٰ کی آیات ۳۰'۳۱ میں ملتا ہے' جہاں فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝﴾ "تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آئی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے' اور بہت سے قصوروں سے تو وہ ویسے ہی درگزر کرتا رہتا ہے"۔ گویا اللہ تعالیٰ ہر بات پر گرفت نہیں کرتا' وہ ہر شے پر نہیں پکڑتا' لیکن وہ بڑی بڑی غلطیوں پر پکڑ لیتا ہے۔ اگر وہ ہر شے پر پکڑنے لگے تو قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آیا ہے کہ کوئی بھی زندہ نہ رہے۔ چنانچہ بہت سی چیزوں سے وہ درگزر کرتا رہتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی حکمت متقاضی ہوتی ہے کہ تمہارے

کرتوتوں کی سزا تمہیں دے دی جائے۔ اگلی آیت میں فرمایا : ﴿ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ ﴾ "اور جان لو! کہ تم اللہ کو زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور جان لو کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں ہے"۔

گویا اگر تمہاری روش یہی رہی تو پھر بڑے عذاب کا کوڑا بھی تمہاری گردنوں پر اور تمہاری پیٹھ پر آ کر پڑے گا۔ اس لئے کہ ہماری سُنّت یہ ہے کہ : ﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ ﴾ "یعنی ہم لازماً بڑے عذاب سے پہلے (کسی نہ کسی) چھوٹے عذاب کا مزا انہیں چکھاتے رہیں گے' شاید کہ یہ (اپنی باغیانہ روش سے) باز آجائیں۔"

میرے نزدیک ہماری ذلّت و رسوائی کا سبب ہمارے تین بڑے بڑے جرائم ہیں' جن میں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا کہ اے اللہ! ہم تیرے عطا کردہ ملک میں تیرے دین کا بول بالا کریں گے' اسلام کے اصولِ حریت واخوت و مساوات کا ایک عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں گے' ہم نے اس وعدے سے انحراف کیا۔ وہ نمونہ کہاں ہے؟ کہاں ہے اسلامی معیشت کا نقشہ؟ کہاں ہے وہ اسلامی معاشرہ جو ہم نے پاکستان میں قائم کرنا تھا؟ یہ بے پردگی' فحاشی اور عریانی کیا اسلامی معاشرہ کی علامات ہیں؟ ہمارا دوسرا بڑا جرم یہ ہے کہ معاشی میدان میں سودی معیشت پر جوئے کا انبار لگا دیا گیا ہے' جو "ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" کی عملی صورت ہے۔ تیسرا جرم یہ کہ یہاں جاگیرداری اور زمینداری نظام بدستور قائم ہے' جو ظلم کی بدترین شکل ہے۔ اس میں علماء کرام بھی مجرم ہیں اور وہ مذہبی دانشور بھی جنہوں نے مذہب کے نام پر اس کی حمایت کی۔ سودی قرضوں کی معیشت یعنی اللہ اور رسول سے جنگ پر مستزاد ہم نے اقتصادی غلامی بھی قبول کرلی ہے۔ یہ سب "فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ" کے مصداق ہمارے اپنے کرتوت ہیں۔

متذکرہ بالا پس منظر اور پیش منظر میں دو سوال ازخود پیدا ہوتے ہیں کہ : ۱۔ اب کیا ہوگا؟ ۲۔ اور کیا کرنا چاہیے؟ یا کیا ہونا چاہیے؟

اب کیا ہو گا؟

مقدّم الذکر سوال کے حوالے سے تو جب میں نوٹس مرتب کر رہا تھا تو مجھے یہ شعر یاد آیا تھا ؎

تمہیں بتائیں کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہو گا!

بہرحال' تفنن بر طرف' پہلے سوال کے ضمن میں اخباری خبروں کے علاوہ speculations اور افواہوں وغیرہ کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خبر جنگ اور نوائے وقت دونوں میں شائع ہوئی ہے کہ قاضی حسین احمد صاحب کو کسی اہم عسکری شخصیت کا پیغام پہنچایا گیا ہے' چنانچہ وہ اپنا بیرونی دورہ مختصر کر کے واپس آ رہے ہیں۔ روزنامہ "خبریں" میں خبر شائع ہوئی ہے کہ فاروق لغاری صاحب کی امریکی قونصل جنرل اور ایک بہت اہم ملکی شخصیت سے ملاقات ہوئی ہے' جس کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ کوئی تحریک وغیرہ چلانے کی ضرورت بھی نہیں ہو گی اور میں بہت جلد آپ کو ایک بہت بڑی خوشخبری سناؤں گا' اگرچہ سنا ہے کہ اس کی تردید بھی کسی اخبار میں آ گئی ہے۔ آج لغاری صاحب کا بیان آیا ہے کہ نواز شریف صاحب خود مستعفی ہو جائیں یا انہیں کان پکڑ کر نکال دیا جائے۔ کان پکڑ کر کون نکالے گا؟ اس پر وہ خاموش ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ملک کے اندر ایک ہی قوت "فوج" ہے جو انہیں نکال سکتی ہے۔ پارلیمنٹ ان کی جیب میں ہے اور باقی قلعہ بندی بھی انہوں نے بڑی مضبوط کی ہوئی ہے۔ یکے بعد دیگرے اپنے تحفظ کے لئے دستوری ترامیم کی ہیں۔ اسی طرح سردار آصف احمد علی صاحب کا بیان آیا ہے کہ اس حکومت کا اخلاقی جواز ختم ہو گیا ہے' اسے مستعفی ہو جانا چاہئے۔ لیکن "Last but not the least" والی بات "نیوز ویک" کے حوالے سے سامنے آئی ہے' جیسا کہ اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا کہ :

چیز وہ ہے بنے جو یورپ میں
بات وہ ہے جو پائنیر میں چھپے

روزنامہ "Pioneer" الٰہ آباد سے شائع ہوتا تھا۔ اس میں جو خبر چھپتی اس میں کوئی شک وشبہ نہ سمجھا جاتا تھا۔ نیوز ویک کی عبارت ملاحظہ کیجئے :

"Suspicion is growing that the generals may finally decide Shareef should let another civilian have his job."

یعنی "یہ شکوک و شبہات بڑھتے جارہے ہیں کہ فوج کے جرنیل بالآخر فیصلہ کرلیں کہ نواز شریف صاحب کسی اور سویلین حکمران کے لئے اپنی کرسی خالی کردیں"۔ وہ حکمران کیسے آئے گا' کس طور سے آئے گا' اللہ جانے۔ بہرحال یہ چیزیں تو وہ ہیں جن سے میں واللہ اعلم کہہ کر گزر جانا چاہتا ہوں۔ یہ باتیں وہ ہیں جو کہی جارہی ہیں اور ان کی حیثیت حتمی نہیں۔

لیکن چند باتیں بہت بڑی اور سنگین حقیقت کے طور پر سامنے ہیں۔ پہلی بات جو اپنے سینے پر پتھر رکھ کر کہہ رہا ہوں وہ یہ کہ اب مسئلہ کشمیر کے کسی منصفانہ حل کی مستقبل قریب میں کوئی امید باقی نہیں رہی۔ بھارت انتہائی رعونت کا مظاہرہ کررہا ہے۔ جب اس نے ایٹمی دھماکے کئے تھے اور ابھی ہم نے نہیں کئے تھے' اُس وقت اس کی جو کیفیت تھی بھارت کے قائدین کی اب دوبارہ وہی کیفیت ہے۔ اِدھر ہمارے تو غبارے سے ہوا نکل گئی' We have been cut to size ہماری جو بھی حیثیت تھی وہ "پر شب کی منتوں نے تو کھو دی رہی سہی" کے مصداق خاک میں مل گئی۔ ہمارے ہیوی مینڈیٹ والے وزیراعظم کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں رہی کہ وہ امریکہ کے ملازم ہیں۔ ادھر آپ نے جسونت سنگھ کا بیان پڑھ لیا ہو گا کہ "پاکستان کو اچھے ہمسایوں کی طرح رہنا سیکھنا چاہئے"۔ اس کا انداز یہ ہے کہ "اچھے بچے بنو!"

اِس وقت صورت یہ ہے کہ اب بھارت امریکہ سمیت کسی دباؤ کو قبول نہیں کرے گا' وہ اَڑا رہے گا۔ ایک زمانے میں بھارت کہا کرتا تھا کہ پاکستانیو' اس لائن آف کنٹرول یا جنگ بندی لائن کو مستقل سرحد مان لو' ورنہ ایک وقت آئے گا کہ تم روؤ گے اور تمہیں اپنے حصے کے کشمیر سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے! اللہ نہ کرے کہ کہیں وہ صورت ہو۔ لیکن اب زیادہ سے زیادہ آپ یہ توقع رکھئے کہ یہ معاملہ یہاں فریز (Freeze) ہو جائے۔ اس لئے کہ بھارت اب کسی درجے میں بھی کسی بات چیت کے لئے آمادہ نہیں۔ وہ امریکہ کا بھی کوئی دباؤ برداشت نہیں کرے گا۔ امریکہ تو خود ہی اس وقت بھارت کا پرستار ہے۔ دوسری بات جو یقینی ہے وہ یہ کہ ہمارے ہاں جو خالص سیاسی جماعتیں اور شخصیتیں

ہیں ان کے لئے تو گویا بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹنے والی صورت پیدا ہو گئی ہے اور انہیں اس حکومت کے خلاف احتجاجی مظاہرے کرنے اور عوام کو بھڑکا کر میدان میں لا کر ہنگامہ کرانے کا بھرپور موقع مل گیا ہے۔ اگرچہ پیپلز پارٹی اس وقت مظاہروں کی پوزیشن میں نہیں ہے' لیکن عوام میں اس کے اثرات موجود ہیں۔ چونکہ موجودہ حکومت کاروباری لوگوں کی حکومت مشہور ہے اور ہمارے ہاں جو زمیندار اور جاگیردار طبقہ ہے وہ اب بھی کسی نہ کسی درجے میں پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے اور چونکہ ان کی قیادت جاگیرداروں پر مشتمل ہے' لہٰذا وہ عوام کو باہر سے شہروں میں لا کر طاقت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں اور بڑے بڑے ہنگامے کرا سکتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ مذہبی جماعتوں' خاص طور پر جن کے ساتھ جہادی تنظیمیں وابستہ ہیں' ان کی طرف سے یقیناً شدید ردعمل سامنے آئے گا' اور امریکہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھا کر پاکستان میں جہادی اور بنیاد پرست تنظیموں کو نواز شریف کے ہاتھوں کرش کروانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ امریکہ اور اس کے حواریوں کی ان جہادی قوتوں سے جان نکلتی ہے' وہ ان کے تصور ہی سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔ اسامہ بن لادن افغانستان کی کسی غار میں بیٹھا ہو گا لیکن ان کی جان نیویارک اور واشنگٹن میں تھر تھر کانپتی رہتی ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ مسلمان مرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوتے ہیں' وہ جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیئے !

اور اب چونکہ ان جہادی تنظیموں کی توجّہات افغانستان کی بجائے کشمیر پر مرکوز ہیں لہٰذا اس حوالے سے اب امریکہ کو جہادی تحریکوں کے خلاف کارروائی کا بہانہ مل سکتا ہے۔ چنانچہ ان جہادی تنظیموں اور مذہبی جماعتوں کے لئے بڑی آزمائش کا مرحلہ ہے کہ آیا وہ میدان میں آکر اپنی قوت کا مظاہرہ کریں یا نہیں۔

البتہ ایک بات یقینی ہے کہ اگر سیاسی جماعتیں' مذہبی تنظیمیں اور جہادی قوتیں جمع ہو جائیں تو انقلاب لازمی اور یقینی ہے۔ لیکن یہ انقلاب کس نوعیت کا ہو گا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ انقلاب اس اعتبار سے تو آجائے گا کہ موجودہ حکومت ختم

ہو جائے گی' لیکن اس کا نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ ملک میں مارشل لاء لگ جائے اور مزید خوفناک صورت حال یہ ہو سکتی ہے کہ ہمارے ہاں سول وار کی شکل پیدا ہو جائے۔ (معاذ اللہ) خدانخواستہ اس طرح کی افراتفری پیدا ہو جائے تو بھارت یا امریکہ "پولیس ایکشن" کے نام پر ہم پر حملہ آور بھی ہو سکتا ہے۔ NATO نے کوسوو میں بڑا "اخلاقی موقف" اختیار کیا ہے اور بہت بڑی "اخلاقی کامیابی" حاصل کی ہے کہ یہ لوگ تو آپس میں لڑ کر مر جائیں گے' ایک دوسرے کو ختم کر دیں گے۔ لہٰذا اس طرح کا "اخلاقی موقف" اپنا کر ہم پر بھارت یا امریکہ پولیس ایکشن کر سکتا ہے۔

تیسرا امکان یہ بھی ہے کہ اسی اکھاڑ پچھاڑ سے اسلامی انقلاب کا راستہ نکل آئے' یہ صرف امکان ہی ہے' امیدِ واثق نہیں۔ اس لئے کہ اسلامی انقلاب کی جو شرائط اور لوازم (Pre-requisites) ہیں پہلے ان کا پورا ہونا ضروری ہے۔ میں دو اور دو چار کی طرح جانتا ہوں کہ اگر انقلاب آئے گا تو محمدِ عربی ﷺ کے طریق پر آئے گا' ورنہ یہ تو ہو گا کہ کوئی حکومت ختم ہو جائے' "خر آمد و گاؤ رفت یا گاؤ آمد و خر رفت" والا معاملہ ہو جائے۔ جیسے ہمارے ہاں پہلے ہوتا چلا آیا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت ختم ہوئی اور مارشل لاء آ گیا' پھر مارشل لاء ختم ہوا اور بے نظیر آ گئی' بے نظیر حکومت ختم ہوئی اور نواز شریف آ گئے' پھر نواز شریف اتر گئے اور بے نظیر دوبارہ آ گئی' پھر بے نظیر چلی گئی اور نواز شریف دوبارہ آ گئے! ــــــ یہ انقلاب نہیں ہے۔ اسلامی انقلاب تاریخ میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے۔ آپؐ سے پہلے یہ کسی اور نبی کے ذریعے بھی نہیں آیا۔ اس کی اگر واقعتاً کوئی توقع ہو سکتی ہے تو اسی نبویؐ منہاج کو اختیار کر کے ہو سکتی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے : لَا یَصْلُحُ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِهٖ اَوَّلُهَا "اِس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہو گی مگر صرف اسی طریقے پر جس پر کہ پہلے حصے کی اصلاح ہوئی ہے۔"

کیا کرنا چاہئے؟

رہا یہ سوال کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہئے' تو ہماری تشخیص یہ ہے کہ پاکستان ایک معجزانہ انداز میں قائم ہوا۔ اس معجزے کے دو پہلو تھے۔ ایک یہ کہ مسلمانانِ ہند کا یک

زبان نعرہ لگاتا کہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ اِلاّ اللہ!" دوسرے یہ کہ پاکستان کا قیام خود مشیتِ ایزدی تھی کہ جس کے تحت اس دنیا میں قیامت سے قبل نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو کر رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لمبی تدبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک دن ہزار برس کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس تدبیر میں قیامِ پاکستان کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

دوسرے یہ کہ پاکستان کا اسلام کے بغیر کوئی جواز نہیں۔ پاکستان کی بقاء و استحکام کی اسلام کے سوا کوئی اساس نہیں۔ صرف بھارت ہی نہیں' پوری دنیا کے مقابلے میں کھڑے ہونے کے لئے ہمارے پاس اگر کوئی قوت ہو سکتی ہے تو وہ صرف وہ دو چیزیں ہیں جو قرآن حکیم میں تین بار دہرائے جانے والے الفاظِ مبارکہ یعنی ﴿ هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ ﴾ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائیں' یعنی قرآن حکیم اور دین حق۔ جیسے کہ قرآن کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ؎

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی
شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی
اے چوں شبنم بر زمیں افتندۂ
در بغل داری کتابِ زندۂ

یعنی اے امّتِ مسلمہ! تو اگر دنیا میں ذلیل و خوار ہوئی ہے تو قرآن کو چھوڑنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ تو گردشِ زمانہ کا شکوہ کر رہی ہے اور امریکہ و بھارت کو الزام دے رہی ہے' لیکن ع "اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست!" کے مصداق تم نے اسلام اور قرآن کو پیٹھ دکھائی تو نتیجہ یہ ہے کہ تم زمین پر پڑی ہوئی شبنم کی مانند ہو گئے ہو جسے لوگ روند رہے ہیں۔ حالانکہ وہ کتابِ زندہ تو تمہارے پاس آج بھی موجود ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام وقتی طور پر خائف ہو گئے تھے جب جادوگروں نے اپنی رسّیاں اور چھڑیاں پھینکیں اور وہ بھی سانپ بن گئیں۔ آپؑ کو احساس ہوا کہ یہی معجزہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا' یہی ان جادوگروں نے کر کے دکھا دیا۔ اس پر اللہ نے فرمایا: ﴿ یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ○ وَاَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ﴾ "اے موسیٰ گھبراؤ نہیں' یقیناً تم ہی برتر رہو گے اور جو تمہارے دائیں ہاتھ میں (عصا) ہے اسے ڈال دو یہ ابھی ان کی سب بناوٹی چیزوں کو نگل لے گا۔" چنانچہ دنیا کے سارے نظریئے چاہے وہ کفر و الحاد و شرک پر مبنی

ہوں' ان کو نگل جانے والی شے قرآن مجید ہے ـــــ اس کے ساتھ دوسری چیز دینِ حق ہے جو کہ عدل و قسط کی بنیاد پر قائم نظام زندگی ہے۔

علّامہ اقبال کا ایک اور شعر اردو میں ہے۔

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے!

یعنی اے مسلمان! تو اس پورے عالم کی تسخیر بغیر تیغ و تفنگ کے کر سکتا ہے' تیرے پاس وہ سامان ہے' یعنی اللہ کی کتاب اور اس کا دین۔ اسے قائم کر کے دیکھو تو سہی' اسے دنیا بھاگ کر قبول کرے گی۔ سارے نظام کانپیں گے' لرزیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔ حق سامنے آ جائے گا تو باطل ختم ہو جائے گا۔ ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۝﴾ روشنی ہو گی تو اندھیرا خود بخود دور ہو جائے گا۔

یہ میں اس حوالے سے نہیں کہہ رہا کہ ہمیں اپنا غلبہ چاہئے۔ اور ہم دنیا پر اپنا غلبہ حاصل کرنے کے لئے قرآن اور دین حق کو استعمال کریں۔ نہیں' یہ تو رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ کیونکہ محمدٌ رسول اللہ ﷺ پوری نوعِ انسانی کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے۔ لہٰذا یہ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کے سب سے بڑے دو مظہر ہیں۔

بہرحال اسے شکوہ کہیں یا حقیقت حال کی افسوسناک تعبیر' دیکھئے اس ملک میں ایک زبردست قرآنی تحریک اٹھی' میں نے اپنی زندگی کے چونتیس برس اس کام میں لگائے ہیں۔ بیسیوں اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان' ڈاکٹرز اور انجینئرز اپنے پیشے چھوڑ کر اس کام میں ہمہ وقت طور پر لگے۔ دوسری بات جو سورۃ السجدۃ کی تلاوت شدہ آیات میں کہی گئی ہے وہ یہ ہے : ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۝ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ۝﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے تورات عطا کی تھی جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنا دی گئی۔ اور ان میں سے ہم نے ایسے لوگ امام الہدیٰ بنا کر کھڑے کر دیئے جو ہماری آیات کے ذریعے سے لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے خود صبر کیا۔ (اپنی زندگیوں کو دوسرے شاندار کیریئر اور خوشنما چیزوں سے روک کر اپنے آپ کو اس کام

کے لئے وقف کیا) اور انہیں ہماری آیات پر یقین حاصل تھا۔ چنانچہ بالکل اسی شان کے ساتھ جس عظیم پیمانہ پر یہ قرآنی تحریک ارضِ پاکستان میں شروع ہوئی اس کی دورِ حاضر میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ لیکن قوم نے بحیثیتِ مجموعی اس کی طرف التفات نہیں کیا۔ اس سے بڑی بات کیا ہو گی کہ اس ملک میں ٹی وی پروگرام "الہدیٰ" پر پابندی لگائی گئی کہ قرآن کا پیغام کہیں لوگوں تک نہ پہنچ جائے۔ ہاں اس بات کی اجازت ہے کہ قرآن کی قراءت کرو، حسنِ قراءت کی محفلیں منعقد کرو، انعامات دو، سب کچھ کرو، اس کا ترجمہ بھی کرو، لیکن قرآن کا مربوط اور مدلل پیغام لوگوں کے سامنے نہ آ جائے۔ ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں "الہدیٰ" پر پابندی لگائی گئی۔ اس کے بعد کتنی حکومتیں بنیں، کتنی ختم ہوئیں، لیکن آج تک وہ پابندی برقرار ہے کہ "الہدیٰ" اور ڈاکٹر اسرار کے ٹی وی پر آنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ بہرحال سورۃ السجدہ کی یہ آیت نوٹ کیجئے :

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ ﴾

"اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جسے اس کے رب کی آیات کے حوالے سے یاددہانی کرائی جائے، پھر بھی وہ اعراض کرے۔ ان مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔"

یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ میں جب بھی یہ آیت پڑھتا یا سنتا ہوں تو لرز جاتا ہوں کہ کہیں قانونِ الٰہی کی یہ دفعہ مسلمانانِ پاکستان پر نہ لگ جائے۔ بہرحال دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عفو و کرم اور در گذر اور مغفرت کے دامن کا سایہ ہمارے سروں کے اوپر قائم رکھے۔

دوسرے یہ کہ کتنی جماعتیں یہاں نظامِ اسلام کے قائم کرنے کی دعوے دار ہیں اور ہماری طرف سے اس کیلئے منہاجِ محمدیؐ اختیار کرنے کی دعوت کیسے زور و شور کے ساتھ اور کتنے مدلل طور پر پیش کی گئی، مگر کوئی دینی قیادت متوجہ ہونے کو تیار نہیں۔ ﴿ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ ﴾ کے مصداق ہم نے اپنی پوری کوشش کی مگر کوئی بڑی دینی جماعت "متحدہ اسلامی انقلابی محاذ" میں شامل نہیں ہوئی! بہرحال جہاں تک ہمارا اپنا معاملہ ہے، ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ہم یہی دو کام کرتے رہیں گے۔

دیکھئے' اس سے پہلے اس ملک میں بھٹو کے خلاف جو تحریک چلی تھی' جس کا عنوان بعد میں "نظامِ مصطفیٰؐ تحریک" بنا' حالانکہ شروع میں وہ پاکستان نیشنل الائنس (PNA) کی تحریک تھی' اس میں اسلام کا نام نہیں تھا' لیکن مسلمانوں کو جب میدان میں لانا تھا اور قربانیاں دینے کے لئے تیار کرنا تھا تو اسے "نظامِ مصطفیٰؐ تحریک" کا نام دیا گیا' وہ ایک خالص سیاسی تحریک تھی' ہم نے اس میں قطعاً حصّہ نہیں لیا۔ اس لئے نہیں کہ ہمیں بھٹو سے محبت تھی یا بھٹو سے کسی خیر کی توقع تھی' بلکہ اس لئے کہ ہم یہ جانتے تھے کہ اس تحریک سے کوئی خیر برآمد نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ یہ تحریک ان اصولوں پر تھی ہی نہیں جو مُحمّد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار ہے۔ اس کے اور اس طریقہ کار کے درمیان زمین و آسمان کا فرق تھا۔ نہ ہی اس کے مقدمات اور لوازم (Pre-requisites) پورے ہوئے تھے۔ کیا نظامِ مصطفیٰ ﷺ یوں ہی گھر بیٹھے آجاتا ہے؟ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ انبیاء کی پوری تاریخ میں صرف ایک مرتبہ اسلامی انقلاب برپا ہوا ہے۔ وہ تو ٹھیک اسی منہاج پر دوبارہ جِدّوجُہد ہو گی تو دوبارہ آئے گا۔ اس کا مجھے یقین ہے۔ اسی طریقے سے اب اگر کوئی تحریک چلتی ہے تو ہم ہرگز اس میں شریک نہیں ہوں گے' یہ ہمارا اٹل فیصلہ ہے۔ اس لئے نہیں کہ ہمیں نواز شریف سے محبت ہے یا اس کے خاندان سے میرا کوئی رشتہ و تعلق ہے۔ میں تو چھ ماہ قبل ۱۴ جنوری کو اسی مقام پر اپنے خطاب جمعہ میں اعلان کر چکا ہوں کہ مجھے کسی خیر کی توقع اس خاندان سے نہیں رہی۔ اس سے پہلے مجھے مغالطہ ہو گیا تھا۔ میں نے ضیاء الحق سے بھی کچھ عرصہ دھوکا کھایا تھا اور موجودہ حکمران خاندان سے تو میں نے کچھ زیادہ دھوکا کھایا۔ ۱۴ جنوری ۹۹ء کو آخری مایوسی کا اظہار کر دیا تھا کہ اس خاندان سے کسی خیر کی کوئی توقع نہیں۔ لیکن پھر بھی ہم اس قسم کی کسی تحریک میں حصّہ نہیں لیں گے۔ ہم تو وہی دو کام کریں گے ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ ﴾ یعنی "اسی طرح تم ان کو دعوت دیتے رہو' جو تمہیں حکم ہوا ہے اس کے اوپر جمے رہو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کرو"۔ ﴿ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ ﴾ اور "(ڈنکے کی چوٹ) کہہ دو کہ میرا ایمان تو اس کتاب پر ہے جو اللہ نے نازل کی"۔ لہٰذا ہمارا اوّلین کام تو دعوت اِلی القرآن ہے۔ اس لئے کہ ہمیں یقین ہے کہ خیر یہیں سے برآمد ہو گا' اسی کے تعلیم و تعلّم سے' اسی کو عام کرنے سے' اسی کو

ذہنوں میں اُتار کر اور اسی کو حرزِ جان بنا کر ؎

چون بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

اور دوسرا کام یہ ہے کہ ہم اپنے فہم کے مطابق منہاجِ محمدی ﷺ پر عمل پیرا رہتے ہوئے اسلامی انقلاب یعنی ﴿ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ ﴾ کے مصداق دین حق کے نظامِ عدل و قسط کے قیام کی جدوجہد جاری رکھیں۔ خواہ اس کے کوئی محسوس اور مشہود نتائج سامنے آئیں یا نہ آئیں۔

باقی اور جو بھی مذہبی جماعتیں ہیں ان سے ہماری بات وہی ہے جو سورۃ الشوریٰ کی اسی پندرہویں آیت کے اختتام پر آئی ﴿ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ "اللہ ہمارا بھی رب ہے آپ کا بھی رب ہے' اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہوں گے اور آپ کے لئے آپ کے اعمال ہوں گے۔ کسی حجت بازی کی آپس میں ضرورت نہیں' اللہ ہمیں جمع کر دے گا اور اس کی طرف لوٹنا ہے"۔ وہ چاہے گا تو حالات ایسے پیدا ہو جائیں گے کہ کل ہم جمع ہو جائیں گے' ورنہ قیامت کے دن تو میدانِ حشر میں جمع ہونا ہی ہے۔ وہاں پتہ چل جائے گا کہ کون کتنے پانی میں تھا' کون حقیقت پر تھا۔ اللہ تو جانتا ہے ﴿ مَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے اور کون اس کے سیدھے راستے پر ہے : ﴿ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾

بہرحال ہمارا طریقہ کار یہی رہے گا' چاہے یہاں ہنگامے شروع ہوں' چاہے کوئی سیاسی تحریک چلے' لیکن ہم انہی دو کاموں میں لگے رہیں گے۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المسلمینَ والمُسلمات

(۲)

پاکستان کا مستقبل اور صحیح لائحہ عمل

خطبۂ مسنونہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی :

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللّٰہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ؀ ﴾ (البقرۃ : ٦١)

﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ؀ ﴾ (آل عمران : ۱۱۲)

﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ؀ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ؀ ﴾

(بنی اسرائیل : ۸-۹)

بعد ازاں ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

گزشتہ جمعہ میری گفتگو کا عنوان تھا "بھارت بمقابلہ پاکستان" یعنی بھارت کے مقابلے میں پاکستان کی پوزیشن برابری کی ہے یا زیردستی کی؟ اس ضمن میں اونچ نیچ کے جو ادوار آئے اس کا تفصیلاً تذکرہ کر دیا گیا تھا۔ اس باون برس کے عرصے میں بھارت کی طرف سے ہمیں نیچا دکھانے کی جو انتہائی صورتیں پیدا ہوئیں وہ ایک سقوطِ ڈھاکہ کا موقع تھا اور دوسرا اب جسے سقوطِ کارگل سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ اِس وقت ہم قومی سطح پر ذلت و مسکنت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر ہم نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ ہم بھارت سے جنگ نہیں کر سکتے اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ہمارا

ایٹمی ڈیٹرنٹ بھی ہمارے لئے کوئی ضمانت نہیں دے سکتا تو پھر ہمارے لئے دوسرا راستہ اس کے علاوہ کونسا ہے کہ بھارت کے سامنے گردن جھکا دی جائے اور اس کی بالادستی قبول کرلی جائے' کیونکہ جو قومیں مرنا نہیں جانتیں انہیں ابتداءً ذلت اور بالآخر تباہی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ؏ "ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!"

بہرحال آج جو آیات تلاوت کی گئی ہیں ان میں دو لفظ بڑے اہم ہیں : ﴿ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ ﴾ یعنی "بنی اسرائیل پر ذلت اور مسکنت تھوپ دی گئی۔"

قرآن مجید میں اس کا دو مرتبہ تذکرہ آیا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۶۱ کا نصفِ آخر اور سورۂ آل عمران کی آیت ۱۱۲ جو اس موضوع پر مکمل آیت بھی ہے اور قدرے مفصّل بھی۔ یہ اصل میں کسی مسلمان قوم اور امت پر عذابِ الٰہی کی مختلف صورتوں میں سے ایک ہے کہ ان پر ذلت اور مسکنت مسلّط کردی جائے۔ عربی زبان میں ذلت کے معانی کمزوری اور ضعف کے ہیں' اگرچہ ہمارے ہاں اردو زبان میں اس میں توہین کا مفہوم بھی شامل ہے۔ چنانچہ جب ہم کسی کو ذلیل آدمی کہتے ہیں تو ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ شرافت و مروت سے خالی ہے اور کمینہ انسان ہے۔ عربی زبان میں اس کا یہ مفہوم نہیں ہے' بلکہ ذلت بمعنی ضعف' اور مسکنت بمعنی کم ہمتی ہے' یعنی انسان کی ہمت جواب دے دے۔ یہ گویا ایک باطنی کیفیت ہے۔ جیسے آج کل ایک مرض Neuraesthenia کہلاتا ہے کہ آدمی دیکھنے میں بھلا چنگا' ٹھیک ٹھاک ہے' کسی بیماری کی تشخیص نہیں ہو رہی' لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اندر سے ایسی اعصابی کمزوری واقع ہو گئی ہے کہ ساری صحت مندی کے باوجود اس کی ہمت جواب دے گئی ہے اور کچھ کرگزرنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ یہ مسکنت ہے۔ جس شخص پر یہ کیفیت طاری ہو وہ مسکین ہے۔ اسی لئے فقراء اور مساکین کی دو علیٰحدہ علیٰحدہ اصطلاحات ہیں اور زکوٰۃ و صدقات کی مدات میں یہ دو مدیں مستقل طور پر علیٰحدہ بیان ہوتی ہیں۔

آج سے سات سال قبل میں نے اسی جگہ (مسجد دارالسلام باغ جناح میں) عیدالفطر کے موقع پر جلسہ عام سے "مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل" کے موضوع پر مفصل خطاب کیا تھا۔ یہ خطاب بعد ازاں کالموں کی شکل میں نوائے وقت میں چھپا تھا اور پھر کتابی شکل میں شائع ہوا تھا' جس کا پہلا ایڈیشن ۹۳ء میں آیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا "قانونِ عذاب"

اپنے اس خطاب میں مَیں نے اس ذِلّت و مسکنت مسلط کئے جانے کے ضمن میں بڑی تلخ بات کہی تھی' آج میں آپ کی توجہ دوبارہ اس کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں' لیکن پہلے یہ اصولی بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ قوانین کون سے ہیں جن کے تحت کسی قوم پر اس کا عذاب اور غضب نازل ہوتا ہے۔ اس کتاب میں "قرآن کا قانونِ عذاب" کے عنوان سے ایک مکمل باب موجود ہے۔ اس قانون کے بارے میں پہلی بات یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ دنیا بنیادی طور پر دارالجزاء نہیں' دارالامتحان ہے' دنیا کی زندگی تو دراصل ایک امتحانی وقفہ ہے' جبکہ دارالجزاء اصل میں آخرت ہے۔ لیکن آخرت میں جو محاسبہ ہے وہ ہر فرد کا انفرادی حیثیت میں ہونا ہے جیسے سورۂ مریم میں فرمایا ﴿ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ﴾ یعنی "قیامت کے روز ان میں سے ہر شخص انفرادی حیثیت میں اللہ کے سامنے پیش ہوگا۔" اس محاسبہ میں یہ تمام باتیں پیش نظر رکھی جائیں گی کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو کیا "شاکلہ" دیا تھا؟ کس ماحول میں پیدا کیا تھا؟ اس میں کیا صلاحیت ودیعت کی تھی؟ حق کی دعوت اس تک پہنچی تو کس حد تک پہنچی؟ اس کے دل نے اس کی گواہی دی تو کس حد تک دی؟ اور پھر اس کا طرزِ عمل کیا ہوا؟ یہ معاملہ ہر شخص کا انفرادی طور پر ہوگا۔ لیکن جہاں تک قوموں اور امتوں کا معاملہ ہے ان پر عذاب اسی دنیا میں آتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی جزاء و سزا میں یہ بنیادی فرق ہے۔ اسی حقیقت کی جانب اشارہ ہے علامہ اقبال کے اس شعر میں کہ ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملّت کے گناہوں کو معاف!

البتہ اس دنیا میں کفار پر جو عذاب آتا ہے اس کا معاملہ عجیب ہے۔ واضح رہے کہ یہ دنیا اصلاً ان کے عذاب کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ دنیا تو ان کے لئے عیش گاہ ہے اور ان کو اصل عذاب آخرت میں ملے گا۔ جیسے کہ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے ((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ)) "یہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔" آخرت کی ابدی زندگی میں کافروں کا جو حشر ہونا ہے وہ اپنی جگہ' اس دو چار روزہ دنیوی زندگی میں تو انہیں موقع دیا جاتا ہے کہ جو عیش کرنا ہے کرلیں' جو کچھ کھانا پینا ہے کھالیں

لیں۔ سورۃ الزخرف میں تو یہاں تک فرمادیا گیا : ﴿ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○ ﴾ یعنی "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے کے سارے لوگ ایک ہی طریقے کے (یعنی کافر) ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمٰن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں' اور ان کی سیڑھیاں جن کے ذریعے وہ اوپر (اپنے بالا خانوں پر) چڑھتے ہیں' سب چاندی کی بنا دیتے۔" بلکہ یہی نہیں ﴿ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ○ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ ﴾ "اور ہم تو ان کے گھروں کے دروازے بھی چاندی کے بنا دیتے اور ان کے لئے وہ مسہریاں بھی جن پر وہ آرام کرتے ہیں' چاندی بلکہ سونے کی بنا دیتے۔ تاہم یہ سب محض حیاتِ دنیا کی متاع ہے' اور آخرت تیرے رب کے ہاں صرف متقین کے لئے ہے۔"

معلوم ہوا کہ یہ دنیا اور اس کا یہ مال و متاع حقیر سا ہے۔ وہ کافر جن کا انجام ابدی جہنم ہے' اللہ تعالیٰ انہیں اس دنیا کی چار روزہ زندگی میں چرنے چگنے' کھانے پینے اور عیش کرنے کا بھرپور موقع دیتا ہے۔ البتہ یہ اللہ کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کافر اور مشرک قوم کی طرف اللہ نے اپنا کوئی رسول مبعوث کیا جو آیاتِ الٰہی اور معجزات لے کر آیا جس سے اس کی حقانیت مبرہن ہو گئی اور اس کی دعوت بھی فطرت کے عین مطابق تھی' لیکن قوم نے اس کا انکار کر دیا' اسے جھٹلایا اور اپنے کفر پر اَڑ گئی ﴿ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ "تو جیسے انسانی بدن کے گلے سڑے بازو یا ٹانگ کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح اس کافر قوم کے کفر اور تکذیب کے نتیجے میں اس قوم کا صفایا کر دیا گیا' جسے قرآن "عذاب اکبر" یعنی بڑا عذاب کہتا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے عذابِ استیصال یعنی جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والا عذاب ہوتا ہے' جس کا نقشہ قرآن حکیم میں ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے : ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ﴾ "وہ ایسے ہو گئے جیسے وہاں کبھی آباد ہی نہیں تھے" اور ﴿ لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ﴾ "ان کے مسکنوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔" اور ﴿ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ "پھر جڑ کاٹ دی گئی ظالم قوم کی"۔ وہ قوم واقعتاً ایسی ہو جاتی تھی جیسے کبھی وہاں تھی ہی نہیں۔ ان کے بنائے ہوئے مضبوط گھر اور عالیشان محلات تو نظر آتے تھے لیکن ان میں بسنے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ ایسی کافر اور ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی جاتی تھی۔

قوموں کا یہ عذاب اِستیصال "عذابِ اکبر" ہے۔ اس کی شرط لازم یہ تھی کہ پہلے کوئی رسول آ کر قوم پر اتمامِ حجت کرتا' بمصداقِ ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ یعنی "اور ہم عذاب نہیں بھیجتے رہے جب تک کہ کسی رسول بھیج کو نہ دیں۔" رسول آ کر حق کو پیش کرتے اور اس کو مبرہن کرتے' اس کا حق ہونا ثابت کرتے اور اتمامِ حجت کرتے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اب ختم نبوت و رسالت کے بعد کافروں کے لئے اس نوعیت کے عذاب کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ اب کوئی رسول یا نبی نہیں آنا تو اتمامِ حجت نہیں ہونا' لہٰذا یہ عذابِ استیصال نہیں آنا۔ تاہم اس اصول میں ایک استثناء "بنی اسرائیل" کا ہے۔ اس لئے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے اس عذابِ استیصال کے مستحق ہو چکے تھے' جنہیں ﴿ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴾ کے مصداق خاص طور پر بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا' لیکن بنی اسرائیل نے نہ صرف ان کا انکار کیا بلکہ ان کے خلاف بغض و عداوت کی حد کر دی۔ ویسے تو ہر کافر قوم نے کوشش کی تھی کہ اپنے رسول کے خلاف کچھ اقدام کریں' لیکن قومِ نوح' قومِ عاد' قومِ ثمود اور قومِ لوط میں سے کوئی قوم بھی اس حد تک نہ گئی جس حد تک بنی اسرائیل پہنچ گئے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے بس پڑتے اپنی طرف بھیجے جانے والے رسول کو سولی پر چڑھوا کر دم لیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اللہ نے ان کی تدبیر کو خاک میں ملا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا' اب وہ دوبارہ آئیں گے تو اس قوم کو آخری سزا دیں گے۔ یہ گویا کہ ماضی کا ایک قرض ہے جو ادا ہو کر رہنا ہے۔ جیسے کہ کسی مجرم کو پھانسی کی سزا ہو چکی ہو اور وہ سزا کسی وجہ سے تعطل کا شکار ہو' اس صورت میں بس اس کے پھانسی چڑھ جانے کی دیر ہے ورنہ تمام عدالتی کارروائی تو مکمل ہو چکی ہے۔ اسی طرح قومِ یہود اللہ تعالیٰ کی طرف سے مردود (Condemned) قوم ہے جس کا حشر اسی رسول کے ہاتھوں ہونا ہے جس کو انہوں نے اپنے خیال میں سولی پر چڑھوا دیا تھا۔ صرف یہ ایک استثناء ہے' ورنہ اب بالعموم کفار کے لئے اس قسم کے عذاب کا دروازہ بند ہے۔

بنی اسرائیل کی حیثیت سابقہ امت مسلمہ کی ہے جبکہ موجودہ امت مسلمہ ہم ہیں۔ مسلم امت کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر جزوی طور پر عذاب بھیجتا ہے تاکہ یہ ہوش میں آ جائیں۔ اس نوعیت کے عذاب کو قرآن حکیم میں عذاب ادنیٰ کہا گیا ہے۔

قرآن اکیڈمی ... (مہر)

فرمایا ﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (السجدة : ۲۱) "اور ہم انہیں لازماً چھوٹے عذاب کا مزا چکھاتے رہیں گے اُس بڑے عذاب سے پہلے' شاید کہ یہ باز آجائیں۔"

ظاہر بات ہے کہ جڑ سے اکھیڑ پھینکنے والا عذاب کہ اس قوم کا وجود ہی باقی نہ رہے' قوم نسیاً منسیا ہو جائے' اس قسم کا عذاب مسلمان امت پر کلی طور پر تو نہیں آئے گا لیکن جزوی طور پر ایسا عذاب آسکتا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بنی اسرائیل پر پہلے ۷۰۰ ق م کے لگ بھگ جزوی عذاب استیصال "اشوریوں" کے ہاتھوں آیا' پھر ۶۰۰ ق م کے قریب بابل کے بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں آیا۔ اس میں یہ نہیں ہوا کہ پوری قوم ہلاک کر دی گئی ہو' لیکن یہودیوں کی بہت بڑی تعداد ہلاک ہوئی۔ اسی طرح مسلمانوں پر' بالخصوص عربوں پر جو مسلمانوں میں زیادہ فضیلت کی حامل ہیں' ایسا عذاب پہلے صلیبیوں کے ہاتھوں آیا کہ ۸۸ برس تک یروشلم ہمارے ہاتھ سے نکلا رہا' لاکھوں مسلمان صلیبیوں نے قتل کر دیئے۔ پھر تیرہویں صدی عیسوی میں کروڑوں مسلمان تاتاریوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جب ۱۲۵۸ء میں سقوطِ بغداد ہوا۔ پھر پندرہویں صدی کے اختتام پر ہسپانیہ سے مسلمانوں کا صفایا کیا گیا۔ اس طرح کے عذاب تو آئے ہیں لیکن عذاب استیصال نہیں آیا کہ پوری امت ختم کر دی گئی ہو۔

البتہ اِس وقت مجموعی اعتبار سے پوری امت پر ذلت اور مسکنت کا وہ عذاب مسلط ہے جو اس سے قبل آج کی تلاوت شدہ آیات کے مطابق سابقہ امت مسلمہ یعنی بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ چنانچہ آج پوری امت مسلمہ ذلت اور مسکنت میں مبتلا ہے۔ دنیا میں مسلمان تعداد میں کم نہیں ہیں۔ اِس وقت روئے ارضی پر سوا ارب سے ڈیڑھ ارب کے درمیان مسلمان موجود ہیں' دنیا کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہے' جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ پھر ان کے قدموں تلے اللہ تعالیٰ نے زمین کا کتنا بڑا رقبہ دیا ہے' انہیں کیسے کیسے وسائل دیئے ہیں۔ اِس وقت کی سب سے قیمتی شے تیل کے سب سے بڑے ذخائر مسلمانوں کے قدموں کے نیچے ہیں۔ اس سب کے باوجود جس شے کا نام عزت و سربلندی ہے وہ پوری دنیا میں امت مسلمہ کے پاس کہیں نہیں ہے۔ دنیا کے بین الاقوامی معاملات میں کوئی ہم سے پوچھتا تک نہیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کا کیا موقف ہے؟ وہ تو

G-7 اور G-15 ہیں جو تمام معاملات کے فیصلے کرتے ہیں' اور کوئی مسلمان ملک G-7 میں ہے نہ G-15 میں۔ گویا ہم نہ تین میں ہیں نہ تیرہ میں۔ پھر یہ کہ سیکیورٹی کونسل میں ہمارا کوئی وجود نہیں۔ ہمارے ہاں اکثر و بیشتر ممالک میں فقر و تنگ دستی ہے اور اس کے ساتھ خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ پھر کرپشن اور اس جیسی دوسری برائیاں اور گندگیاں سب سے بڑھ کر مسلمان ممالک میں نظر آتی ہیں۔ دوسری طرف جہاں دولت کے انبار ہیں وہاں عیاشیاں اور گلچھرے ہیں اور ان پر پوری دنیا ہنستی ہے۔ پھر ان کی دولت بھی ساری کی ساری ان کے اپنے پاس نہیں بلکہ مغربی ممالک کے بینکوں میں ہے یا ان کے ہاں invested ہے' وہ جب چاہیں گے اسے منجمد کرلیں گے۔ یہ ہے ذلت و مسکنت جو آج پوری امت مسلمہ پر مسلط ہے۔

میں اپنی مذکورہ بالا کتاب میں واضح کرچکا ہوں کہ اگر دنیا میں ۱۲۰ کروڑ مسلمان ہیں تو ان میں سے ۲۰ کروڑ کے قریب عرب ہیں جو کہ اس اعتبار سے سب سے بڑھ کر مجرم ہیں کہ آج بھی اللہ کی کتاب ان کی زبان میں موجود ہے' پھر بھی انہوں نے کتاب اللہ کو اس طرح پس پشت ڈال رکھا ہے جس طرح قرآن حکیم میں یہود کا حال بیان ہوا ہے : ﴿ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ ﴾ انہوں نے اپنا قبلہ ماسکو یا واشنگٹن کو بنایا۔ ان پر ایک ﴿ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ﴾ مٹھی بھر قوم کے ہاتھوں شکستوں پر شکستیں آتی رہیں۔ اور پھر جس طریقے سے ذلیل و رسوا ہو کر خلیج کی جنگ کے بعد سب میڈرڈ (سپین) میں لائن حاضر ہوئے' وہ باعث عبرت ہے۔ میڈرڈ جو کہ عربوں کا قبرستان تھا' حکم ہوا کہ وہاں حاضر ہو جاؤ اور اسرائیل کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر گفتگو کرو اور صلح کرو۔ ۱۹۹۲ء میں ہونے والی یہ کانفرنس نہ جنیوا میں شروع ہوئی نہ واشنگٹن میں نہ نیویارک میں۔ اس لئے کہ ٹھیک ۵۰۰ سال پہلے ۱۴۹۲ء میں اس پورے جزیرہ نما سے مسلمانوں کا خاتمہ کیا گیا تھا۔ ہسپانیہ میں عربوں کے اقتدار کی آخری نشانی غرناطہ کی چھوٹی سی مملکت کا سقوط ۱۴۹۲ء میں ہوا تھا' جہاں آٹھ سو برس تک اسلام کا ڈنکا بجتا رہا تھا۔ اسی مملکت کا طفیلی ایک جزیرہ صقلیہ (سسلی) بھی تھا جہاں سے گزرتے ہوئے اقبال خون کے آنسو رویا تھا۔ ؎

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوں نابہ بار!
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار

تھا یہاں ہنگامہ اُن صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی!

اس نظم کا آخری شعر دل کو لرزا دینے والا ہے

غلغلوں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے؟

اللہ اکبر کی دلنشیں صداؤں سے کبھی پورا ہسپانیہ گونجتا تھا۔ کانوں کے اندر اس اللہ اکبر کی صدا کی مٹھاس اب تک محسوس ہو رہی ہے۔ کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی ہے؟

کسی مسلمان امت پر ذلت و رسوائی کا یہ عذاب کیوں آتا ہے؟ قرآن مجید نے دونوں مقامات پر یکساں الفاظ (صرف ایک لفظی فرق کے ساتھ) دوہرا دیئے۔ فرمایا :
﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ ﴾ دوسری جگہ ﴿ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ ﴾ کے الفاظ ہیں۔ "یہ اس لئے ہوا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے اور یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی اور وہ حدود شرع سے تجاوز کرتے تھے۔" یہ تو میں نے بارہا کہا ہے کہ قرآن مجید میں اہم مضامین دو جگہ ضرور آتے ہیں۔ سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران میں وارد ہونے والے ان الفاظ میں آج کی امت مسلمہ کی صورت نظر آتی ہے۔ ایک کفر قولی ہوتا ہے اور ایک عملی۔ آج پوری امت اپنے عمل سے کفر کر رہی ہے۔ پوری امت کا صرف بینکنگ سسٹم ہی نہیں پوری معیشت سود پر استوار ہے۔ کیا یہ آیاتِ الٰہی کا کفر نہیں ہے؟ اللہ کی نافرمانی نہیں ہے؟ عصیان، معصیت اور اعتداء (حدودِ شریعت سے تجاوز) نہیں ہے؟

اب غور کیجئے کہ ﴿ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ ﴾ یا ﴿ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ ﴾ کس اعتبار سے ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس امت مسلمہ کے ہاں محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی تو کوئی نہیں آنا تھا۔ سابقہ امت مسلمہ نے جو سلوک انبیاء کے ساتھ کیا اس امت مسلمہ نے وہی سلوک داعیانِ دین کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ وہ قتل بھی ہوئے اور ان کی کردار کشی (Character Assassination) بھی کی گئی۔ ایک جسمانی قتل ہے اور ایک

معنوی قتل ہے۔ معنوی قتل یہ کہ کسی کی شخصیت کو کچل کر رکھ دینا' اس کو بدنام کر کے رکھ دینا۔ اور آج کل یہ بالعموم ہو رہا ہے کہ جو کوئی بھی حق کی دعوت لے کر کھڑا ہو اس کی معنوی شخصیت کو قتل کر دینے کے لئے تمام حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں آج ہماری اِس وقت کی کیفیت وہی ہے : ﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ "ان پر ذلت اور کم ہمتی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے"۔ ظاہر ہے اللہ تو کفر' عصیان' اعتداء اور داعیانِ حق کے خلاف اقدامات سے ناراض ہوتا ہی ہے۔ اپنی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں' سارے مجددین جیلوں میں ٹھونسے گئے یا نہیں؟ کیا امام اعظم ابو حنیفہؒ نے جسمانی اذیتیں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت نہیں کیں؟ کیا امام مالکؒ پر بے پناہ جسمانی تشدد نہیں کیا گیا؟ ان کے چہرے پر کالک مل کر انہیں مدینے میں پھرایا گیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کو وہ مار ماری گئی کہ اگر کسی ہاتھی کو ماری جاتی تو وہ بھی بلبلا اٹھتا۔ مجدد الف ثانیؒ بھی اسی امت اور انہی مسلمانوں کے ہاتھوں قید کئے گئے۔

بہرحال سوال یہ ہے کہ اس وقت ہماری ذلت و مسکنت کی جو کیفیت ہے اس کیفیت میں کیا کیا جائے؟ مرثیہ تو جتنا چاہیں کہہ لیں' کیونکہ اس وقت صدمے کی سی کیفیت ہے' جس میں مرثیہ گوئی وقت کا ایک تقاضا بن جاتا ہے۔ لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ کیا کیا جائے؟ گزشتہ جمعہ میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ کسی عوامی' سیاسی تحریک کا امکان موجود ہے' لیکن یہ ایک ہفتہ ایسا گزرا ہے جس میں یہ امکان کم ہوتا نظر آیا ہے' تاہم وہ امکان ابھی ختم نہیں ہوا۔ یہ امکان کم کیوں ہوا ہے؟ ہمارے ایک رفیق نے اس کا بڑا عمدہ تجزیہ کیا ہے کہ ہماری قوم تین حصوں میں منقسم ہے۔ اس کی عظیم اکثریت تو وہ ہے جو شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ میں ڈھور ڈنگر بن چکی ہے' اس کے لئے اپنی دو وقت کی روٹی کے سوا کسی چیز کے بارے میں سوچنے تک کا موقع نہیں۔ ملکی و ملی سطح پر انہیں غیرت' عزت اور حمیت سے کیا سروکار؟ انہیں تو یہ معلوم ہے کہ کمر توڑ دینے والی مشقت سے بمشکل اپنے جسم و جان کا تعلق برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ روزانہ اخبارات میں دیکھ رہے ہیں کتنے بڑے پیمانے پر خودکشی کے واقعات ہو رہے ہیں۔ یہ طبقہ کسی احتجاجی تحریک کا ساتھ کیونکر دے سکتا ہے؟ انہیں تو اس کی فکر ہی نہیں۔ درمیانہ طبقہ جو اصل میں تحریکوں کا ہراول دستہ

ہوتا ہے وہ مڈل کلاس ہے۔ لیکن مڈل کلاس میں سے بھی کچھ تو وہ ہیں جو آگے نکلنے کے چکر میں پڑ گئے ہیں اور باقی لوگ مایوسی کا شکار ہو چکے ہیں کہ اب تک کی تحریکوں میں مار کھا کر کیا حاصل ہوا ہے؟ ان سے کوئی خیر تو بر آمد ہوا نہیں۔ خر آمد و گاؤ رفت یا گاؤ آمد و خر رفت سے فائدہ تو کوئی نہیں ہوا۔ اور ایک بددلی کی کیفیت ہے۔ تیسرا طبقہ اوپر کے لوگوں کا ہے جو مال مست ہے' جنہوں نے محل بنائے ہیں' بڑی بڑی حویلیاں بنائی ہیں' ان کے پاس دولت کے انبار ہیں۔ انہیں اپنی عیاشیوں اور عیش گاہوں سے غرض ہے۔ ظاہر بات ہے کہ وہ تو ہر قیمت پر امن چاہیں گے۔ جنگ میں تو خطرات ہوتے ہیں کہ محل بھی منہدم ہو سکتے ہیں۔ آخر کابل پورے کا پورا کھنڈر بن گیا ہے یا نہیں؟ جنہوں نے بڑے چاؤ سے محل بنائے ہیں اور انہیں اس قدر اہتمام سے آراستہ کیا ہے کہ ٹائلٹ فٹنگ بھی فرانس سے آ رہی ہے' ان کی تو جنگ کے نام سے جان جاتی ہے۔ جنہوں نے دنیا کی محبت کو اس درجے اپنے اعصاب کے اوپر حاوی اور طاری کر لیا ہے وہ رِسک کیسے لے سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک مونچھ نیچی تو کیا سرے سے مونڈ بھی دی جائے تو کیا حرج ہے؟ ان کی خواہش ہے کہ Status quo برقرار رہنا چاہئے' ان کے عیش میں کوئی خلل نہیں ہونا چاہئے۔

امت مسلمہ کی اِس وقت دنیا میں جو کیفیت ہے اس کا نقشہ ایک حدیثِ نبوی ﷺ میں کھینچا گیا ہے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ((یُوشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَۃُ اِلٰی قَصْعَتِھَا)) قَالَ قَائِل : مِنْ قِلَّۃٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ؟)) ''مجھے اندیشہ ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ دنیا کی قومیں تم پر اے مسلمانو! ٹوٹ پڑیں گی اور جس طرح میزبان خاتون کھانا چننے کے بعد مہمانوں کو کھانے پر بلاتی ہے اس طرح یہ ایک دوسرے کو بلائیں گی کہ آؤ! یہ امت مسلمہ تر نوالہ ہے' ہم اِدھر سے تناول کرتے ہیں تم اُدھر سے تناول کرو۔ جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا تو کسی کہنے والے نے حضور ﷺ سے پوچھ لیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا اُس زمانے میں ہماری تعداد کم ہو جائے گی اور ہم قلت تعداد کے باعث اقوامِ عالم کے لئے تر نوالہ بن جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا ((بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ' وَلَیَنْزِعَنَّ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ فِی قُلُوْبِکُمُ

الْوَھْنَ)) "نہیں' تمہاری تعداد تو اُس وقت بہت زیادہ ہو گی' لیکن تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسے سیلاب کے اوپر جھاگ آجاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال لے گا اور تمہارے دلوں میں "وہن" پیدا کر دے گا۔ اب غور کیجئے ہماری ہیبت کیا ہے! ہم نے سمجھا تھا کہ ہم نے ایٹم بم بنالیا ہے جو کہ ڈیٹرنٹ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم بھارت کی جنگی تیاریوں سے خائف ہو گئے۔ جس پیمانے پر بھارت نے وار ہسٹریا شروع کیا اور جس بڑے پیمانے پر انہوں نے تیاریاں کیں ان سے ہم مرعوب ہو گئے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ذلت و مسکنت کی انتہا ہے۔ نوائے وقت نے اپنے اداریئے میں ٹھیٹھ پنجابی کا لفظ بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے کہ اگر یہ حال تھا تو "پنگا" کاہے کو لیا گیا؟ ـــــ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کثرتِ تعداد کے باوجود تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت ختم کر دے گا اور تمہارے دلوں میں "وہن" پیدا کر دے گا تو سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ وہن کیا چیز ہے؟ یہ کونسی بیماری ہے؟ قال : ﴿ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ ﴾ آپؐ نے فرمایا : "دنیا کی محبت اور موت کی نفرت"

ظاہر بات ہے کہ ہمارا جو ایلیٹ طبقہ ہے' بڑے بڑے کاروباری اور ساہو کار لوگ ہیں یہ اسی دنیا کی محبت کا شکار ہیں اور موت سے متنفر اور خائف ہیں۔ انہوں نے ایسے بڑے بڑے محل بنائے ہوئے ہیں کہ آپ کو شاید پورے ہندوستان میں اس طرح کا کوئی محل نظر نہ آئے۔ وہاں تو فلیٹس کی آباد دنیا ملے گی' لیکن یہ محل جو ہم نے بنائے ہیں' یہ مصنوعی خوشحالی کی علامت ہیں۔ وہ جو کبھی غالب نے کہا تھا ؎

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن!

تو وہ فاقہ مستی آج رنگ لے آئی ہے۔ ہمارے وزیر اعظم نے خود کہہ دیا ہے کہ ہمارا تو بال بال قرض میں جکڑا ہوا ہے' ہم جنگ کیسے کریں۔ صورت حال تو یہ ہے کہ ہماری تو جان I.M.F اور ورلڈ بینک کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ذرا سا سپلائی لائن کے اوپر پاؤں رکھ دیں تو ہماری جان پر بن آئے گی۔

بہرحال اس حوالے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ جو احتجاجی تحریک کا فوری خطرہ تھا

گزر گیا ہے۔ واشنگٹن اعلامئے کو بارہ دن گزر گئے ہیں' لیکن کوئی بڑی ریلی تاحال یہاں نظر نہیں آئی۔ تنظیم الاخوان یا خواتین نے جلوس نکال لیا۔ مظفرآباد میں کلنٹن کے پتلے کے ساتھ خود نواز شریف کا پتلا بھی جلایا گیا۔ واجپائی کے پتلے تو بہرحال جل رہے ہیں۔ اس طرح کے جلسے جلوس ہوتے رہیں تو کسی کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایسے ہنگامے تو رونق کا باعث ہوا کرتے ہیں ع ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق! کسی جاندار تحریک کے آثار اگرچہ زیادہ قوی نہیں ہیں' تاہم سیاسی مخالفین کا اگر واقعی وجود ہے تو ان کے لئے یہ ایک سنہری موقع ضرور ہے۔ اپوزیشن اگر واقعتاً موجود ہے تو وہ اگر اس وقت اپنے آپ کو assert نہیں کر سکتی تو کب کرے گی؟ یہ تو جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں' "بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا" والی بات ہے لیکن مجھے جو زیادہ فکر ہے وہ مذہبی سیاسی جماعتوں کے حوالے سے ہے۔ ہمارے ہاں کچھ مذہبی جماعتیں ہیں جن کا سیاسی میدان میں بھی کچھ مقام ہے۔ مثلاً جماعت اسلامی کے علاوہ طاہرالقادری اور مولانا محمد اکرم اعوان کی جماعتیں۔ خاص طور پر جماعت اسلامی کے لئے تو یہ "Now or Never" والا معاملہ اور زندگی موت کا مسئلہ ہے۔ جماعت اگر اب بھی خاموش رہتی ہے تو پھر وہ جیسے برف پگھل جاتی ہے اس طرح پگھل جائے گی' اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی اور اگر سامنے آتی ہے تو اس سے جو اندیشہ ہے وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اب یہ ایک Dilemma ہے اور مستقبل ہی بتائے گا کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔ جماعت اسلامی اگر میدان میں آتی ہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ امریکہ بہادر شریف خاندان کے ہاتھوں پاکستان میں مسلم فنڈامنٹلزم کو کچلنے کے اس موقع کا بھرپور استعمال کرے گا۔ جس طرح ہمارے جنرل ضیاء الحق صاحب اردن میں فلسطینیوں کا قتل عام کروا کر آئے تھے۔ اسی طرح کا کوئی معاملہ پاکستان میں بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال کیا ہو گا' میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔

تہذیبی تصادم یا قومی کشمکش

ارشاد احمد حقانی صاحب کا کل (۱۵ جولائی) جو کالم شائع ہوا ہے اور پھر آج بھی اس کا کچھ ضمیمہ سا سامنے آیا ہے ان کا تجزیہ تقریباً وہی ہے جو میرا ہے۔ میں نے تاریخی حوالے سے اس چیز کو واضح کیا تھا کہ ہم جو بھارت سے برابری کے مدعی ہو کر کھڑے ہونے رہے

ہیں تو دو مرتبہ ہمارے برابری کے غبارے سے ہوا نکلی ہے اور اس مرتبہ تو بہت ہی فیصلہ کن انداز میں نکلی ہے۔ انہوں نے کچھ مزید عوامل کا تجزیہ بھی کیا ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اب بھارت کا رویہ سخت سے سخت تر ہو گا۔ ان کی یہ بات صحیح ہے اور میں بھی یہ بات گذشتہ خطاب جمعہ میں کہہ چکا ہوں' تو دونوں اعتبارات سے میری پچھلے جمعے کی تقریر کا essence ان کے کل کے کالم میں موجود ہے۔ البتہ ان کی ایک بات سے مجھے اختلاف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں مسلم اور ہندو تہذیبوں کا تصادم تھا۔ میرے نزدیک یہ تہذیبوں کا تصادم نہیں تھا۔ خاص طور پر اس وقت جبکہ ایک ہی عالمگیر مغربی تہذیب میں ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کا ایلیٹ طبقہ رنگا ہوا ہے۔ ان کے مابین کوئی تہذیبی تصادم نہیں ہے۔ وہی مغربی ثقافت' وہی اقدار' وہی رہن سہن' غرضیکہ سب کچھ وہی ہے۔ وہی انگریزی زبان ہے۔ چنانچہ تہذیب و ثقافت میں کوئی اختلاف نہیں۔ اصل میں یہ قومی تصادم ہے اور چونکہ مسلمان کی قومیت کی بنیاد مذہب ہے لہٰذا اس شے کو ہندو ذہن کسی طرح بھی تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ سوچئے کہ قومی تصادم کتنا شدید تھا' اس کو علامت کے طور پر یاد کیجئے کہ ۷۱ء میں اندرا گاندھی نے کیا کہا تھا :

We have avenged our thousand year's defeat"

غور کیجئے کہ "We" کون ہیں؟ کن کی "Defeat" ہوئی تھی؟ کن سے ہوئی تھی؟ اور یہ کون کہہ رہی ہے؟ وہ خاتون کہ جس کے خاندان سے زیادہ لبرل اور سیکولر کوئی گھرانہ شاید پورے ہندوستان میں نہیں ہو سکتا تھا۔ موتی لعل نہرو سے جب پوچھا گیا کہ تمہارا مذہب کونسا ہے؟ اس نے کہا تھا : "میرے مذہب کی کیا پوچھتے ہو؟ میں نسلاً ہندو ہوں' میری معاشرت یورپین ہے' میری زبان اردو ہے' زبان کے اعتبار سے مسلمان ہوں۔ اور ہزار سالہ شکست کا بدلہ چکانے کی بات موتی لعل کی پوتی' نہرو کی بیٹی اندرا گاندھی کہہ رہی ہے۔ موتی لعل سوشلسٹ ڈیموکریٹ اور سو فیصد سیکولر تھا۔ اسے مسلمان اور ہندو تہذیب میں صرف یہی فرق نظر آیا تھا کہ مسلمان پاجامہ پہن لیتا ہے اور ہم لانگر والی دھوتی باندھتے ہیں یا مسلمان کا لوٹا ہوتا ہے جس میں ٹونٹی لگی ہوتی ہے اور ہماری لٹیا ہوتی ہے جس میں ٹونٹی نہیں ہوتی۔ یہی تو فرق ہے۔ یہ بہت بڑی علامت ہوتی تھی۔ جب کوئی ہندو سفر میں نکلتا تھا' اگر اس نے کوئی بستر ساتھ لیا ہوتا تھا تو اس کی لٹیا اس

کے ساتھ لٹکی ہوئی ہوتی تھی۔ ادھر مسلمان کے سامان سفر کے ساتھ لوٹا لٹکا ہوا ہوتا تھا' فرق صرف اتنا ہے کہ لوٹا ٹونٹی والا ہے جبکہ للیا بغیر ٹونٹی کے ہوتی ہے۔ بس تہذیب کا یہی اتنا سا فرق ہے۔ اور تو کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔ تقسیم ہند سے پہلے جب مسلم لیگ نے نعرہ لگایا کہ ہماری تہذیب اور ہے اور ہمارا کلچر اور ہے تو کانگریس نے کہا تھا کہ کونسی تہذیب کی بات کرتے ہو۔ اتنا ہی تہذیب کا فرق ہے نا کہ تم ٹخنوں سے اوپر پاجامہ پہنتے ہو اور ہماری دھوتی ہے۔ تمہارا لوٹا ٹونٹی والا ہے' ہمارا للیا بغیر ٹونٹی کے ہے۔

ہندو کا مزاج

اصل میں یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ ہندو کا مزاج کیا رہا ہے۔ ہندو نے ہندومت کے ساتھ اپنی وفاداری کا جو ثبوت دیا اس کی پوری تاریخ یہ ہے کہ کوئی اور مذہب خواہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوا یا باہر سے آیا وہ ہندومت میں جذب ہو گیا' کیونکہ ہندومت میں accomodate کرنے کی صلاحیت بہت زیادہ ہے۔ ہندوؤں میں خدا کو ماننے والا بھی ہندو شمار ہوتا ہے' خدا کو نہ ماننے والا بھی ہندو سمجھا جاتا ہے۔ انتہائی موحد بھی ہندو ہے' بدترین بت پرست بھی ہندو ہے۔ اس کے ہاں cut and dried قسم کے عقائد نہیں ہیں۔ بس خاص قسم کا کلچر اور تہذیب ہے لیکن کسی دوسرے مستقل بالذات مذہب کو وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ بدھ مت ہندوستان (بہار) میں پیدا ہوا' اس نے ہندومت سے الگ اپنا تشخص قائم کرنا چاہا تو اسے نکال کر باہر کر دیا گیا۔ اس کا ہندوستان میں اب وجود نہیں ہے (بدھ مت کا بانی گوتم بدھ کپل وستو کا شہزادہ تھا جو بہار کی ایک ریاست تھی)۔

اسلام جب یہاں آیا تو اس کو بھی ہندومت کے اندر جذب کرنے کی زبردست کوشش کی گئی کہ اس کا تشخص ختم ہو جائے۔ چنانچہ پندرھویں اور سولھویں صدی میں زبردست "بھگتی تحریک" چلی جس کی نشانیوں میں سے سکھ مذہب اب بھی باقی ہے۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ اسلام اور ہندومت کو جمع کر کے ایک ملغوبہ تیار کر لیا جائے اور اس میں اسلام کے وہ اصول جو دلوں کو فتح کرنے والے ہیں' شامل کر لئے جائیں۔ اس میں ذات پات کی تقسیم ختم ہو' توحید ہو' باقی ہندو اسی طرح ہندو رہے۔ اس تحریک کے زیر اثر ہمارے ہاں لوگوں کے ایسے نام رہے ہیں جن میں ہندو اور مسلمان ناموں کو جمع کر لیا گیا' مثلاً مادھولال حسین اس دور کی پیداوار ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ "مسجد و مندر ہیکڑو

نور" یعنی مسجد اور مندر دونوں میں ایک ہی نور ہے ان میں کوئی فرق نہیں۔ رام کہہ لیا یا رحمٰن کہہ لیا اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس "بھگتی تحریک" کا کلائمکس اکبر کا "دینِ الٰہی" تھا۔ کیسی عظیم سیاسی قوت تھی جس کی پشت پناہی کے ساتھ "دینِ اکبری" یا "دینِ الٰہی" اس دعوے کے ساتھ سامنے آیا کہ دینِ محمدؐ ایک ہزار سال کے لئے تھا' اس کے ایک ہزار سال پورے ہو گئے' اب دوسرا ہزار سال شروع ہو گیا' لہٰذا اس کا دور ختم ہوا اور دینِ الٰہی یا دینِ اکبری کا دور شروع ہو گیا ہے۔ وہ تو اللہ کی اپنی مشیت ہے ﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝ ﴾ "وہ (دشمنِ اسلام) تدبیریں کرتے ہیں' اللہ بھی ان کے مقابلے میں تدبیر کرتا ہے اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔" چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو اللہ تعالیٰ نے مقابلہ کرنے کی ہمت دی۔ اور ان کے ہاتھوں یہ فتنہ فرو ہوا۔ ان کے بارے میں اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

مسلم قومیت کا تشخص مذہب سے تھا اور مذہب میں بھی بالخصوص اتباعِ سنتِ رسول ﷺ سے۔ اللہ کو تو ماننے والے وہ بھی ہیں' چلو اللہ تو سب کا مشترک ہو گیا۔ لیکن ملتِ اسلامیہ کا اصل تشخص رسالت کی بنیاد پر قائم ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

خدانخواستہ دینِ اکبری کی سازش کامیاب ہو جاتی تو ہندوستان میں مسلمانوں کا تشخص ختم ہو جاتا۔ بہرحال دینِ اکبری کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔

اس دور کے بعد انیسویں صدی اور بیسویں صدی میں پھر ایک زبردست کوشش ہوئی برہمو سماج کے نام سے' راجہ رام موہن رائے نے جن کا ۱۸۳۳ء میں انتقال ہوا'

ایک تحریک شروع کی کہ سب مذاہب ایک ہیں۔ سب کو ایک کردو۔ اسی دین الٰہی کی طرز پر کہ ایک خدا کی بنیاد پر تمام ملتیں جمع رہیں باقی امتیازی خصائص ختم ہو جائیں۔ بیسویں صدی میں اس تحریک کا سب سے بڑا علمبردار گاندھی تھا۔ لٰہذا گاندھی کا طریق کار یہ تھا کہ اپنی پرارتھنا میں کچھ قرآن مجید کی تلاوت کروادی' کچھ گرنتھ صاحب سے پڑھوادیا اور کچھ گیتا پڑھوادی۔ یہی وہی نظریہ تھا کہ ان سب کو جمع کرو' انہیں ہاون دستے میں ڈال کر کوٹ کوٹ کر ایک بنادو۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء میں سیتا بھائی پٹارامیانے کانگریس کی تاریخ لکھی جس میں یہ الفاظ بڑے چشم کشا ہیں :

The ideal of Indian National Congress is to establish vedantic Idealism in India

اس نے کہا کہ بظاہر انڈین نیشنل کانگریس سیکولر جماعت ہے لیکن اس کا مقصد اور نصب العین یہ ہے کہ ہندوستان میں ویدانتی آئیڈیلزم کا نظام قائم ہو۔

ہندو مسلم کشاکش کے پس منظر میں جو شے سب سے نمایاں ہے وہ مسلمانوں کا ہندوستان میں ہزار سالہ اقتدار ہے۔ ہندو ایک ہزار برس تک مسلمانوں کے نیچے پسے ہوئے' دبے ہوئے اور مجبور و مقہور تھے' ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی لیکن ہندوؤں میں جو احیائی عمل جاری ہوا' وہ' انگریز کے آنے کے بعد ہوا۔ جب مسلمان حکمرانی سے گرا کر نیچے کر دیئے گئے تو اب گویا ہندو مسلم برابر ہو گئے۔ بلکہ ایک اعتبار سے ہندو بالاتر ہو گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انگریز کو اندیشہ تھا کہ چونکہ ہم نے حکومت مسلمانوں سے چھینی ہے' لٰہذا ان میں بغاوت کے جراثیم لازماً ہوں گے۔ جبکہ ہندو کے تو صرف ماسٹرز بدلے ہیں' غلامی کے خوگر تو وہ پہلے ہی تھے' ہزار برس سے وہ مسلمان کے غلام تھے اب انگریز کے غلام ہو گئے' اس لئے انگریز نے انہیں ابھارا اور مسلمانوں کو دبایا۔ اس کی بنا پر ہندو کی بالادستی کا آغاز ہوا۔ اس مرحلے پر ہندو قوم کی بالادستی اور برہمو سماج تحریک کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے علامہ اقبال جیسے لیڈر کو سامنے لا کھڑا کیا۔ مسلم قومیت' ملت اسلامیہ کے تشخص کے لئے سب سے بڑا مفکر جو میدان میں آیا وہ تو علامہ اقبال ہی ہیں۔ بعد میں مولانا مودودی نے بھی کام کیا' انہوں نے کتابیں لکھیں اور بہت عمدگی کے ساتھ مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کو واضح اور نمایاں کیا۔ بہرحال اس پس منظر میں' اس کے بعد دونوں ملکوں میں برابری کی دوڑ اور تصادم کا آغاز ہو گیا۔

تقسیم کے وقت تو ایک طرح سے ہمارا پلڑا بھاری ہو گیا تھا' کانگریس چاروں شانے چت ہو چکی تھی حالانکہ گاندھی چند مہینے پہلے کہہ چکا تھا کہ پاکستان میری لاش پر ہی بنے گا اور پاکستان بن گیا۔ یہ ان کے لئے نہایت ذلت آمیز شکست تھی لیکن اس کے بعد بھارت سے جو ہماری کشاکش چلی ہے' اس کے پیچھے ہماری اس بدقسمتی کا سب سے بڑا اور اصل سبب اللہ سے وعدہ خلافی ہے۔ ویسے تو ہم اپنی بداعمالیاں گننے بیٹھ جائیں تو وہ بہت سی ہیں۔ ہمارے کردار کا بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ ہماری مالی حیثیت دیوالیہ ہو چکی ہے' ہماری قومیت منقسم ہو چکی ہے۔ ان سب کی حیثیت محض علامات کی ہے جبکہ ان کا مرض ایک ہی ہے جو منافقت ہے۔ یہی منافقت ہمارے دستور کے اندر بھی سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ لیکن اصل سبب درحقیقت اللہ سے وعدہ خلافی ہے۔

اب اس کا جو نتیجہ نکل رہا ہے وہ نوٹ کر لیجئے : ستیارتھ پرکاش کا مصنف سوامی دیانند سرسوتی نے آریا سماج کو ایک Militant Hindu Movement کے طور پر منظم کیا جس کا ظہور (RSS) کی شکل میں ہوا اور آر ایس ایس ہی کا سیاسی ونگ بی جے پی ہے۔ اس بی جے پی کو آج ہندوستان میں جس سرعت کے ساتھ عروج حاصل ہوا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ان کے دلوں میں جو بات ہے وہ بہت خوفناک ہے۔ اگرچہ انہوں نے ڈپلومیسی میں بڑی مہارت کا ثبوت دیا ہے اور ان کے جو دل میں ہے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ اس لئے کہ ابھی تک ان کو فیصلہ کن اکثریت حاصل نہیں ہے۔ دو مرتبہ وہ سیاسی اتحادوں (Coalitions) کی مدد سے حکومت میں آئے ہیں۔ چنانچہ جنہوں نے ان کے ساتھ Coalitions قائم کیا انہوں نے ان سے کچھ چیزیں منوا بھی لی تھیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ابھی کامن سول کوڈ کا مسئلہ نہیں اٹھایا جائے گا اور یہ کہ فلاں فلاں باتیں نہیں ہوں گی جو مسلمانوں کو "ناراض" کرنے والی ہوں۔ لیکن اب یہ نظر آ رہا ہے کہ آئندہ الیکشن میں بی جے پی کی حکومت واضح اکثریت (absolute majority) کے ساتھ بنے گی' ان کے مقاصد میں یہ بات شامل ہے کہ پاکستان کو ختم کیا جائے۔ بھارت ماتا کے ٹکڑوں کو جوڑنا اور بھارت کی پوتر سرزمین کو اسلام اور مسلمانوں سے پاک کر دینا ان کا خفیہ ایجنڈا ہے۔ چنانچہ جب بابری مسجد کا انہدام ہوا اس وقت آر ایس ایس کا گرو دیورس تھا جس نے ایک سرکلر تیار کیا تھا۔

دیورس اسی مہاراشٹر کے علاقے سے ہے جہاں سے شیواجی اٹھا تھا' وہیں سے آر ایس ایس اٹھی۔ یہ درحقیقت اسی مرہٹہ militancy کا تسلسل ہے' شیوسینا بھی اسی کا تسلسل ہے۔ اس نے ایودھیا کی بابری مسجد کے شہید کئے جانے کے بعد تمام ہندو جماعتوں کو سرکلر بھیجا تھا۔ چاہے وہ جماعتیں سیاسی تھیں یا' سماجی و تعلیمی کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم فیصلہ کن اقدام کریں اور ہندوستان کو مسلمانوں اور اسلام سے پاک کرنے کے لئے راست اقدام شروع کردیں اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ پوری دنیا میں کہیں کوئی ردعمل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ بابری مسجد کا جو ریہرسل ہوا ہے اس میں ہم نے دیکھ لیا ہے۔ پاکستان میں بس یہی ہوا کہ کچھ مندر گرا دیئے گئے (جو بعد میں زکوٰۃ کے پیسوں سے بنا بھی دیئے گئے)۔ بابری مسجد کے انہدام پر احتجاج کے معاملے میں مشرقی پاکستان بہتر رہا کہ کئی لاکھ آدمی مارچ کرتے ہوئے بھارت کے بارڈر پر پہنچ گئے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ بنگلہ دیش کی حکومت ان کو آگے کیسے جانے دے دیتی۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ باقی پوری دنیا میں کہیں پتا ہی نہیں چلا۔ امارات اور سعودی عرب کی حکومتیں اگر صرف اتنا ہی کہہ دیتیں کہ مسجد دوبارہ بناؤ ورنہ تم سے تجارتی تعلقات منقطع کرلیں گے۔ تو صرف اسی دھمکی سے ہی ہندو بنئے کو دن میں تارے نظر آجاتے۔ جبکہ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ لہٰذا اس نے کہا کہ صرف کچھ ردعمل بنگلہ دیش اور پاکستان میں ہوگا اس کی ہمیں پروا نہیں' باقی پوری دنیا میں کوئی ردعمل نہیں ہوگا۔ انہوں نے باقاعدہ کمیشن بھیجے کہ سپین میں جاؤ ان کی تاریخ کو کھودو اور کریدو کہ انہوں نے مسلمانوں کو کس طریقے سے ختم کیا تھا' اس لئے کہ سپین کی تاریخ ہم ہندوستان میں دہرانا چاہتے ہیں۔

بہرحال میں نے جو سات سال قبل "سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل" کے عنوان سے جو کتاب لکھی اس کا آخری باب "پاکستان کا مستقبل" تھا۔ اس میں میں نے تین senarios پیش کئے تھے۔ پہلا یہ کہ Hoping against hope یعنی جس کے کوئی آثار موجود نہیں ہیں' یہ ہے کہ قوم یونس علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توبہ کی توفیق دے دے۔ لیکن بظاہر اس کے کوئی آثار نہیں۔ تاہم اللہ کی قدرت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمام انسانوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جدھر چاہے پھیر دے' کیا عجب ہے

کہ اللہ ہمارے دلوں کو پھیر دے' اس لئے ہمیں اپنی کوشش جاری رکھنی ہے۔ میں نے اپنی کتاب میں دوسری بات یہ لکھی تھی کہ کوئی ایسا جھٹکا پاکستان کو لگے کہ ہم ہوش میں آ جائیں۔ ۷۱ء کے جھٹکے کو مغربی پاکستان کے لوگوں نے محسوس نہیں کیا کیونکہ یہ واقعہ ہم سے ایک ہزار میل دور ہوا تھا۔ تیسری شکل یہ ہے کہ پاکستان پر کوئی دشمن فیصلہ کن طور پر غلبہ حاصل کر کے یہاں ہمارے لاکھوں یا کروڑوں افراد کو قتل کر دے اور پھر اللہ تعالیٰ اس قوم کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھما دے۔ اگرچہ یہ بڑی سخت بات ہے۔ لیکن تاریخ میں ایسا پہلے ہو چکا ہے۔ تاتاریوں نے کروڑہا مسلمانوں کو قتل کیا تھا' اور ان کی کھوپڑیوں کے مینار بھی بنائے تھے۔ لیکن اس کے بعد اسلام کی قوت نے تاتاریوں کو فتح کر لیا۔ یہ جو قومی کشمکش ہے۔ ہندو میں غصہ بھرا ہوا ہے کہ ان "مسلوں" نے ہمیں ایک ہزار سال تک رگڑا ہے' انہوں نے ہم پر حکومت کی ہے۔ اب ہم ان سے بھرپور بدلہ لیں گے۔ اللہ نہ کرے' خاکم بدہن لیکن حالات ادھر ہی جا رہے ہیں کہ اللہ کسی غیر قوم سے ہماری پٹائی کرا دے۔

ذلت و مسکنت سے نکلنے کا واحد راستہ

دیکھئے جو ذلت و مسکنت ہم پر طاری ہے اس صورتحال سے نکلنے کا راستہ اگر تلاش کرنا ہے تو پہلے قرآن سے رجوع کیجئے۔ وہی بنی اسرائیل جن کے بارے میں دو جگہ فرمایا ﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ﴾ کہ ان پر ذلت و مسکنت تھوپ دی گئی' پھر انہی سے کہا گیا کہ ﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ﴾ "دیکھو اے بنی اسرائیل اب بھی تمہارا رب تم پر رحم کرنے کو تیار ہے لیکن اگر تم نے پھر وہی طرز عمل اختیار کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے"۔ اب پاکستان کا ہر مسلمان ان آیات کو اپنے دل کے کانوں سے سنے کہ ﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ﴾ کے مصداق اس ذلت سے ہمیں اللہ نکال سکتا ہے' تمہارا رب اب بھی تم پر رحم فرمانے کے لئے تیار ہے۔ وہ رحمت کا سایہ کرنے کے لئے آمادہ ہے لیکن اگر تم نے یہی روش جاری رکھی جو اب تک اختیار کئے رکھی ہے تو ہم بھی وہی کچھ کریں گے بلکہ پھر اگلے سے اگلا قدم آئے گا' پھر چھوٹے عذاب کے بعد بڑا عذاب آجائے گا' تم نسیاً منسیاً بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی صدی میں پہلی جنگ عظیم کے بعد گریٹ رومن امپائر سے مماثلت رکھنے والی' عظیم

سلطنتِ عثمانیہ ختم ہوئی اور اب نقشے میں اس کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ پھر اسی صدی میں عظیم یو ایس ایس آر کا خاتمہ ہوا۔ اب یہ نقشے میں کہاں ہے۔ پاکستان تو رومن امپائر اور USSR کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں لیکن اللہ نہ کرے کہ وہ وقت آگیا ہو۔ چنانچہ ہمیں جو بھی مہلت ملی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھیں۔ فرمایا : ﴿....وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا۞﴾ اور جو کفر اور ناشکری کی روش پر اصرار کریں گے تو ان کے لئے جہنم تیار کی ہوئی ہے۔ لیکن ہماری رحمت کا ایک دروازہ ہے' ایک شاہ درہ (شاہدرہ) ہے' اگر ہماری رحمت میں داخل ہونا چاہتے ہو تو ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ﴾ "قرآن ہی وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے" وہ شاہ درہ قرآن ہے' جنت کی طرف لے جانے والا' دنیوی اور اخروی فوز و فلاح سے ہمکنار کرنے والا ﴿....وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا﴾ ان لوگوں کو جو ایمان اور عمل صالح کا تقاضا پورا کریں یہ قرآن انہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے اجر کبیر ہے ﴿...وَاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۞﴾ اور جو لوگ دنیا ہی کے ہو کر رہ گئے آخرت کا انہیں خیال ہی نہیں ان کے لئے ہم نے بڑا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اسی طرح اس حدیث رسولؐ کی طرف رجوع کیجئے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "عنقریب ایک بہت بڑا فتنہ رونما ہو گا۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : "اے اللہ کے رسولؐ اس سے نکلنے کا راستہ کونسا ہو گا؟" فرمایا : "اللہ کی کتاب۔ اس میں تم سے پہلی اقوام کے حالات بھی درج ہیں' تمہارے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس کی خبریں بھی درج ہیں اور تمہارے مابین جو بھی اختلافات ہوں گے ان سب کا حل بھی موجود ہے۔"

علامہ اقبال نے بھی اپنے اشعار میں جابجا اس طرف رہنمائی فرمائی ہے ؂

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی
شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی
اے چو شبنم بر زمیں افتندۂ
در بغل داری کتابِ زندۂ

[library stamp]

اسی طرح فرمایا ؎

ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

قرآن میں ذہنوں اور دلوں کو مسخر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ خدانخواستہ ہم کسی وقت اگر ہندوؤں کے ہاتھوں مسخر ہو گئے تو قرآن انہیں مسخر کرنے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اصل میں اِس وقت وہ قرآن کی طرف رجوع نہیں کر رہے کیونکہ دشمنی کا پردہ ان کے ذہنوں پر پڑا ہوا ہے' ان کے اندر انتقام کے جذبات ہیں' قومی کشاکش ہے۔ اسلام نے ہندوستان میں جس طرح ایک لوہے کی چنے کی حیثیت سے اپنے تشخص کو برقرار رکھا ہے جس کا عروج قیام پاکستان کی شکل میں ہوا' آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ ہندو کے لئے یہ کتنا سوہان روح ہے کہ یہ مذہب باہر سے آیا ہے' اس نے اپنا تشخص برقرار رکھا بلکہ یہاں سے کروڑوں لوگوں کو جذب کر گیا۔ پھر یہی نہیں اس مذہب کی بنیاد پر بھارت ماتا کے بھی ٹکڑے ہوئے۔ یہ ہے ہندو ذہنی کیفیت کی حقیقت۔

گویا کہ ہمارے لئے راستہ ایک ہی ہے وہ رجوع الی القرآن ہے۔ اور ہم اگر قرآن کی طرف واقعتاً رجوع کریں گے اور اس کے ذریعے سے حقیقی ایمان سے اپنے دلوں کو منور کر لیں گے تو وہ جہاد فی سبیل اللہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ ہمارے ہاں تو جہاد فی سبیل الحریت ہو رہا ہے۔ نصف صدی پہلے الجزائر میں جہاد ہو رہا تھا۔ جسے ہم نے جہاد فی سبیل اللہ سمجھا تھا۔ یہ میں پچاس کی دہائی کی بات کر رہا ہوں اس وقت میں جماعت اسلامی منٹگمری کا امیر تھا۔ چندہ جمع کرنے کے لئے علامہ بشیر الابراہیمی الجزائری تشریف لائے تھے کہ جہاد فی سبیل اللہ ہو رہا ہے مالی تعاون کرو۔ لیکن جب اس جہاد کا نتیجہ نکلا تو وہاں سوشلسٹ ریاست قائم ہو گئی۔ جہاد فی سبیل اللہ ہوتا تو اسلامی حکومت قائم ہوتی لیکن اسلام آج تک وہاں پر نہیں آیا۔ ایک دینی قوت ایف آئی ایس نے وہاں الیکشن میں کامیابی حاصل کی تو اس کا جو حشر ہوا وہ آپ کو معلوم ہے۔ اصل میں جہاد فی سبیل الحریت کچھ اور ہے' جو یقیناً جائز ہے' لیکن جہاد فی سبیل اللہ کچھ اور ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وہ لوگ درکار ہیں جن کا تزکیہ ہو چکا ہو' جو دین پر خود کاربند ہوں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر گھروں میں بیٹھیں۔ جہاد کا نام نہ لیں جہاد کو بدنام نہ کریں' افغانستان میں وہی جہاد بعد میں فساد بنا

کیونکہ وہ مجموعی اعتبار سے جہاد فی سبیل اللہ نہیں تھا۔ جہاد کا تقاضا ہے کہ وہ لوگ سامنے آئیں جو اپنی انفرادی زندگی میں توبہ کا حق ادا کر چکے ہوں اور پھر یہ کہ ان میں لِلّٰہیت' خلوص اور اخلاص اتنا ہو کہ انہیں سوائے دین کی سربلندی کے اور کوئی سروکار نہ ہو۔ ان کے پیش نظر اپنا غلبہ نہ ہو۔ ﴿ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ﴾ اپنے غلبے کی کوشش ہوگی تو فساد ہوگا۔ اللہ کے دین کا غلبہ ہونا چاہئے اپنا نہیں' لِلّٰہیت ان میں ہو اور وہ پھر ایک شخص سے بیعت کریں' ایک امام کے پیچھے جہاد کریں تو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ بہرحال قرآن پڑھیں گے تو وہ خود ان دو چیزوں کی طرف راہنمائی کرے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں تین مرتبہ آیا ہے ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ "اللہ نے اپنے رسول کو دین کے غلبے کے لئے دو چیزیں "قرآن اور دین حق" دے کر بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ﴾

بہرحال ہم انہی دو باتوں کی طرف دعوت دیتے رہیں گے۔ رجوع الی القرآن اور دین کے غلبے کی جدوجہد منہاج محمدی ﷺ پر چلتے ہوئے' مروجہ طریقوں سے نہیں' مستعار طریقوں سے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ﴾ لہٰذا وہ منہاج جو محمدِ عربی ﷺ کو دیا گیا اور جس کے ذریعے سے آپؐ نے عظیم انقلاب برپا کیا اسی کی طرف ہم دینی جماعتوں کو دعوت دے رہے ہیں جبکہ عام لوگوں کو رجوع الی القرآن کی دعوت دی جارہی ہے۔ ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ ﴾

بارك الله لی ولكم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاكم بالایات والذكر الحكیم

نماز میں خشوع

حقیقت واہمیت اور اسباب(۳)

تالیف : الاستاذ محمد بن صالح المنجد
ترجمہ و تفہیم : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

○

ل) خشوع پیدا کرنے یا مضبوط کرنے والے کاموں کا اہتمام کرنا

⑪ انگلی کو ہلانا : اس معاملے میں اکثر نمازی سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں اس کے عظیم فائدے کی خبر نہیں اور نہ ہی انہیں یہ خبر ہے کہ اس کام کا خشوع پر کیا اثر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ((لَهِيَ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيْدِ))(1) "اس طرح انگلی ہلانا شیطان پر لوہے سے زیادہ شدید اور ناگوار ہے"۔ کیونکہ اس طرح انگلی ہلانا بندے کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دیتا ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ عبادت خالص اللہ کے لئے ہے' لہٰذا شیطان اسے انتہائی ناپسند کرتا ہے۔

اسی عظیم فائدے کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو اس کی تاکید کرتے تھے اور خود اس کا اہتمام کرتے تھے۔ جن کاموں کو لوگوں نے اس دور میں کم اہم یا مہمل سمجھ رکھا ہے ایسے کاموں کو صحابہ بڑے التزام کے ساتھ کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں اس طرح کے واقعات بھی موجود ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے وعدہ لیتے تھے کہ اس کام میں سستی نہ ہو۔ شہادت کی انگلی ہلانے کے بارے میں سُنّت یہ ہے کہ جب تک نمازی تشہد کی حالت میں بیٹھا رہے' انگلی اٹھی رہے' حرکت کرتی رہے اور قبلہ کی طرف اشارہ کرتی رہے۔

⑫ قرآن حکیم کی سورتوں ' آیتوں ' اذکار اور دعاؤں کو ادل بدل کر پڑھنا :

اس طرح نمازی کو روزانہ نئے معانی کا احساس ہوتا ہے اور آیات و اذکار میں مذکور مختلف مضامین کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن جس کو چند ایک سورتیں اور مخصوص دعائیں یاد ہوں وہ اس لذت سے محروم رہتا ہے۔ آیات و اذکار کو ادل بدل کر پڑھنا سُنّت کا حصہ ہے اور اس طرح خشوع میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

جب نماز میں تلاوت اور ذکر کے معاملے میں ہم رسول اللہ ﷺ کی سُنّت پر غور کریں تو ہمیں اس طرح کا تنوع نظر آتا ہے کہ نماز کے ابتداء میں "دعائے استفتاح" مندرجہ ذیل شکلوں میں ملتی ہے :

((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ' اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَایَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ' اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)) (۲)

دوسری دعاءِ استفتاح اس طرح ہے :

((وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ' اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ' لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ)) (۳)

تیسری دعا کے الفاظ یوں ثابت ہیں :

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)) (۴)

ان کے علاوہ بھی دعائیں اور اذکار ثابت ہیں۔ نمازی کو چاہئے کبھی پہلی دعا پڑھ لے ' کبھی دوسری ' کبھی تیسری ' اس طرح ان سب کو ادل بدل کر پڑھتا رہے۔

نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ "طوال مفصل" سورتیں پڑھا کرتے تھے ' مثلاً سورۃ الواقعہ ' سورۃ الطور ' سورۂ ق۔ ان کے علاوہ سورۃ الروم ' سورۂ یٰسین ' سورۃ الصافات ' سورۃ الجمعہ ' سورۃ السجدہ اور سورۃ الدہر بھی ثابت ہے۔ البتہ کبھی کبھی نسبتاً چھوٹی سورتیں پڑھ لیتے تھے ' مثلاً سورۃ التکویر ' سورۃ الزلزال ' المعوذتین (آخری دونوں "قل")

نمازِ ظہر کی پہلی دو رکعت میں آپ ﷺ تیس تیس آیتیں پڑھتے تھے۔ اس طرح سورۃ الطارق' سورۃ البروج اور سورۃ اللیل بھی ثابت ہیں۔

نمازِ عصر کی پہلی دو رکعت میں پندرہ پندرہ آیتیں ثابت ہیں۔ علاوہ ازیں سورۃ البروج' سورۃ الطارق اور سورۃ اللیل بھی ثابت ہیں۔

نمازِ مغرب میں بالعموم "قصارِ مفصّل" (چھوٹی سورتیں) پڑھتے' مثلاً سورۃ التین یا اس سے ملتی جلتی' البتہ کبھی کبھی سورۂ محمد' سورۃ المرسلات اور سورۃ الطور بھی پڑھی ہیں۔

نماز عشاء میں "اوساط مفصل" (درمیانی سورتیں) پڑھتے' مثلاً سورۃ الشمس اور سورۃ الانشقاق وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ نماز عشاء میں سورۃ الاعلیٰ' سورۃ القلم اور سورۃ اللیل سے بڑی سورتیں نہ پڑھیں۔

البتہ نماز تہجد میں آپ ﷺ خوب لمبی لمبی قراءت فرماتے۔ کبھی ایک رکعت میں دو سو آیات پڑھتے' کبھی سو آیات پڑھتے اور کبھی پچاس پر اکتفا کرتے۔

رکوع کی دعائیں : رکوع کی دعائیں مختلف الفاظ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں' مثلاً :

۱) سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

۲) سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ

۳) سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ

۴) اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ اَنْتَ رَبِّیْ خَشَعَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَدَمِیْ وَلَحْمِیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قومہ کی دعائیں : رکوع سے اٹھنے کے وقت آپ ﷺ "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہتے' اس کے بعد مندرجہ ذیل دعاؤں سے کوئی ایک پڑھے :

۱) رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ

۲) رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ

۳) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ

بسا اوقات مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہ دعا پڑھتے :

مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ

یا اس دعا کی بجائے یہ دوسری دعا ملاتے :

اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَللّٰهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

سجدے کی دعائیں : مندرجہ ذیل دعاؤں میں سے کوئی ایک پڑھنا ثابت ہے :

۱) سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى

۲) سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ

۳) سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلاَئِكَةِ وَالرُّوْحِ

۴) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ

۵) اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْت وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

تشہد کی دعائیں : تشہد بھی مختلف الفاظ کے ساتھ ثابت ہے، مثلاً :

۱) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

۲) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

۳) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

(اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے بعد الفاظ یکساں ہیں جو کہ معروف ہیں، فرق صرف ابتدائی کلمات میں ہے)

نمازی کو چاہیئے کبھی ایک طرح سے تشہد پڑھے اور کبھی دوسرے طریقے سے۔

درود شریف کے الفاظ :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ' وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ایک روایت میں ان الفاظ کے ساتھ درود شریف بیان ہوا ہے :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اذکار اور دعاؤں کے مختلف الفاظ سنّت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ مسنون یہی ہے کہ ان ساری دعاؤں کو ادل بدل کر پڑھا جائے۔ اور اگر کسی ایک دعا کا صرف اس لئے التزام کرے کہ وہ کتب حدیث میں دوسری دعاؤں کے مقابلے میں زیادہ ثابت ہے یا کسی صحابی کے سوال پر آپؐ نے یہ ذکر یا دعا سکھائی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ مختلف دعاؤں کا التزام زیادہ بہتر ہے۔ (۵)

(۱۳) سجدۂ تلاوت کرنا : آدابِ تلاوت میں یہ بات شامل ہے کہ جب سجدے والی آیت سے گزر ہو تو سجدہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انبیاء کرام اور نیک لوگوں کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی ہے' فرمایا : ﴿ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا○ ﴾ (مریم : ۵۸) "جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں۔" امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :

"علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاءِ کرام اور صالحین کی اقتداء میں اور ان کے طریقے کی پیروی کرتے ہوئے یہاں سجدہ کرنا ضروری ہے۔" (۶)

نماز میں سجدۂ تلاوت کا عظیم مقام ہے اور اس سے خشوع میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا○ ﴾ (الاسراء : ۱۰۹) "اور وہ ٹھوڑیوں کے بل (منہ کے بل) گرتے ہیں' روتے ہیں' (نتیجتاً) اللہ ان کے خشوع میں اضافہ کر دیتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور دورانِ نماز سجدہ فرمایا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : مَیں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عشاء کی نماز ادا کی' آپؓ نے سورۃ الانشقاق ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا' میں نے دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا :

"میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے' چنانچہ میں آپ سے ملاقات تک سجدہ کرتا ہی رہوں گا۔"(۷)

چنانچہ نماز میں سجدۂ تلاوت کا اہتمام رہنا چاہیے بالخصوص جبکہ سجدۂ تلاوت شیطان کو ذلیل و رسوا کرتا ہے اور اسے رلاتا ہے۔ اس طرح نمازی کے خلاف شیطان کی چال کمزور پڑ جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((اِذَا قَرَءَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِيْ يَقُوْلُ : يَا وَيْلِيْ أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ))(۸)

"جب کوئی آدمی سجدہ والی آیت پڑھ کر سجدہ کرلے تو شیطان روتے ہوئے دور ہٹ جاتا ہے اور کہتا ہے : میرا ستیاناس! آدمی کو سجدے کا حکم ملا تو اس نے سجدہ کرلیا' اس کے لئے جنّت ہے' اور مجھے بھی سجدے کا حکم ملا تھا لیکن میں نے انکار کردیا' میرے لئے جہنم ہے۔"

(۱۴) <u>اللہ تعالیٰ سے شیطان کی پناہ مانگنا</u> : شیطان ہمارا دشمن ہے۔ وہ اپنی دشمنی نکالنے کے لئے نمازی کو وسوسے میں مبتلا کردیتا ہے تا کہ اس کا خشوع ختم ہو جائے' یا وہ بھول ہی جائے کہ نماز میں ہے (خیالوں میں کہیں اور گھومتا رہے)۔ جو شخص بھی ذکر' تلاوت یا کسی عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو وسوسے گھیر لیتے ہیں۔ چنانچہ بندے کو چاہیئے کہ وہ ثابت قدم رہے اور صبر کرتا رہے اور ذکر و نماز میں مشغول رہے اور دل چھوٹا نہ کرے۔ اگر وہ ڈٹا رہے گا تو شیطان کی ساری چالیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۝ ﴾ (النساء : ۷۶)

"یقیناً شیطان کی چال بہت کمزور ہوتی ہے۔"

بندہ جب بھی دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے تو شیطان کئی طرح

کے خیالات لے کر پہنچ جاتا ہے۔ شیطان کی مثال ڈاکو کی سی ہے۔ جونہی بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف چلتا ہے وہ راستے میں آکھڑا ہوتا ہے۔ کسی صاحب علم سے پوچھا گیا کہ یہود ونصاریٰ کا دعویٰ ہے کہ ہمیں وسوسہ نہیں ہوتا' کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "وہ سچ کہتے ہیں' اُجڑے گھر میں آکر شیطان کیا کرے گا؟"

اسی بات کو ایک اور مثال سے سمجھیں: تین گھر ہیں' ایک بادشاہ کا گھر ہے جس میں خزانے ہیں' سونا ہے اور ہیرے جواہرات ہیں۔ دوسرا عام آدمی کا گھر ہے جس میں اس کی حیثیت کے مطابق کچھ جمع پونجی' سونا اور ہیرے جواہرات ہیں' البتہ بادشاہ کے خزانوں کے برابر نہیں۔ تیسرا گھر بالکل خالی ہے۔ اس شہر میں چور داخل ہوا' اسے کسی ایک گھر سے چوری کرنی ہے۔ ذرا غور کریں وہ کس گھر سے چوری کرے گا؟[9]

جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے' کیونکہ بندہ عظمت و قربت والے مقام پر کھڑا ہے اور شیطان کو اس پر بہت غصہ آتا ہے اور اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ شیطان پورا زور لگاتا ہے کہ اسے (نمازی کو) اس حال پر نہ رہنے دے۔ وہ اس سے وعدے کرتا ہے' اس کو امیدیں دلاتا ہے اور اسے بھلانے کی کوشش کرتا ہے' اور شیطان اپنے سوار اور پیادہ دونوں قسم کے لشکروں کو لے کر اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے تاکہ اس کے دل سے نماز کی عظمت نکال دے۔ چنانچہ (شیطان چاہتا ہے کہ نمازی) پہلے نماز کے بارے میں سستی کرے' اور بالآخر کلیتاً اسے چھوڑ دے۔ اگر شیطان کا یہ وار خالی جائے' بندہ اس کی چالوں میں نہ آئے اور عملاً جاکر نماز شروع کر دے تو اللہ کا دشمن دوبارہ حملہ آور ہوتا ہے اور اس کی سوچ کو اِدھر اُدھر گھماتا ہے اور اس کے دل میں آکر ڈیرہ ڈال لیتا ہے۔ جو کام اس کے سان گمان میں بھی نہ تھے انہیں یاد دلاتا ہے' حتیٰ کہ جو کام نمازی بھول چکا تھا اور ان کے بارے میں مایوس ہو گیا تھا وہ بھی یاد دلا دیتا ہے' تاکہ اس کے دل کو نماز سے دور کر دے اور اسے اللہ کی رحمت سے بھی دور کر دے۔ چنانچہ وہ بظاہر نماز میں کھڑا ہوتا ہے لیکن دل نماز میں نہیں ہوتا' لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو توجہ' شفقت' قرب اور رحمت دل لگا کر نماز پڑھنے والے کو ملنی چاہیئے اس سے یہ شخص محروم رہتا ہے۔ نتیجتاً جس طرح اپنی لغزشوں اور گناہوں کے بوجھ لے کر نماز میں داخل ہوا تھا اسی طرح باہر نکل آتا ہے' کیونکہ نماز تو اس آدمی کے گناہوں کا کفارہ بنتی

ہے جو نماز کا حق ادا کرے ' مکمل خشوع اختیار کرے ' دل اور جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دے۔ (۱۰)

شیطانی وسوسے کا علاج :

شیطانی چالوں کا مقابلہ کرنے اور اس کے وسوسے کو ختم کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل نسخہ تجویز فرمایا ہے :

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! شیطان میری نماز میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور مجھے قرآن بھلا دیتا ہے ' اس کا علاج کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا :

((ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ فَإِذَا اَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَلٰى يَسَارِكَ ثَلاَثًا)) (۱۱)

"اس قسم کے شیطان کو "خنزب" کہتے ہیں۔ جب تمہیں احساس ہو جائے تو اس کی چالوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ میں آ جاؤ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ لو) اور تین دفعہ بائیں طرف تھوک دو۔"

ابو العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شیطان کے شر سے بچا لیا۔"

شیطان کی چالوں سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے نمازی آدمی کو ایک اور علاج بھی بتایا ہے ' فرمایا :

((اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَّسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لاَ يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى ' فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ)) (۱۲)

"کہ تم میں سے کوئی جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان پہنچ جاتا ہے ' اس کو مغالطے میں مبتلا کر دیتا ہے ' اسے خبر ہی نہیں رہتی کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔ چنانچہ جب تم میں سے کسی کو ایسی صورت درپیش ہو تو وہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔"

شیطان کی ایک اور چال ہوتی ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا :

((إِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلاَةِ فَوَجَدَ حَرْكَةً فِيْ دُبُرِهِ اَحْدَثَ اَمْ لَمْ يُحْدِثْ فَاَشْكَلَ عَلَيْهِ فَلا يَنْصَرِفْ حتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيحًا)) (١٣)

"جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو اور اپنی پیٹھ (پاخانے کی جگہ) میں کوئی تشویش محسوس کرے' اسے یقین نہیں ہو رہا کہ وضو ٹوٹ گیا ہے یا کہ نہیں ٹوٹا ہے تو اُس وقت تک نماز سے نہ ہٹے جب تک آواز نہ سن لے یا بدبو نہ محسوس کر لے۔"

بلکہ شیطان کی چال تو بہت دور تک اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک آدمی کو نماز میں خیال گزرتا ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے حالانکہ فی الواقع اس کا وضو نہیں ٹوٹا ہوتا' اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا :

((اِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْتِيْ اَحَدَكُمْ وَهُوَ فِيْ صَلاَتِهِ حَتّٰى يَفْتَحَ مَقْعَدَتَهُ فَيُخَيِّلُ اِلَيْهِ اَنَّهُ اَحْدَثَ وَلَمْ يُحدِثْ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلاَ يَنْصَرِفَنَّ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتَ ذٰلِكَ بِاُذُنِهٖ اَوْ يَجدَ رِيْحَ ذٰلِكَ بِاَنْفِهٖ)) (١٤)

"شیطان نمازی کے پاس دورانِ نماز آتا ہے تو اس کی سرین کھول دیتا ہے۔ نمازی کو وہم لگ جاتا ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے حالانکہ اس کا وضو نہیں ٹوٹا ہوتا۔ جب کسی کو ایسی صورتِ حال سے واسطہ پڑے تو جب تک اپنے کانوں سے آواز نہ سن لے یا اپنی ناک سے بدبو نہ محسوس کر لے اُس وقت تک ہرگز نماز توڑ کر نہ جائے۔"

⑮ سلف صالحین (١٥) کی حالت نماز پر غور کرنا

سلف صالحین کی نماز پر غور کرنے سے خشوع میں اضافہ ہو گا اور ان کی پیروی کرنے کا جذبہ ابھرے گا۔ چشم تصور سے ذرا دیکھو کہ ان محترم ہستیوں میں سے جب کوئی جائے نماز پر کھڑا ہو جاتا اور اللہ کا کلام پڑھنا شروع کرتا تو اس کے دل میں یہ خیال گھر کر جاتا کہ

بلاشبہ اِسی شکل میں لوگ ایک دن اللہ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس تصور کے ساتھ ہی اس کا دل بے قرار ہو جاتا اور اس کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: "سلف صالحین میں سے جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتا تو اللہ کے ڈر کی وجہ سے کسی چیز کی طرف نگاہ نہ اٹھاتا' نہ ہی منہ موڑتا' نہ ہی کنکریوں سے کھیلتا' نہ کسی اور چیز میں مشغول ہوتا اور نہ ہی دنیا کی باتوں سے دل کو بہلاتا۔ بس کہیں بھول چوک سے ایسا ہو گیا تو الگ بات ہے' وہ بالاارادہ نماز میں ایسی حرکت نہ کرتا تھا۔"(١٦)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا یہ حال تھا کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو خشوع کی وجہ سے ایسے معلوم ہوتے جیسے کسی نے لکڑی گاڑ دی ہے۔

حضرت سلمہ بن بشار رحمہ اللہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے' اچانک مسجد کا ایک حصہ گر گیا' لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ نماز پڑھتے رہے' انہیں خبر ہی نہ ہوئی۔ بعض بزرگ اس طرح ہوتے جیسے پھینکا ہوا کپڑا ہوتا ہے۔ بعض حضرات پر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا اتنا اثر ہوتا کہ جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تو ان کا رنگ بدلا ہوا ہوتا۔ ایسے لوگ بھی تھے جنہیں نماز میں یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ ان کے دائیں کون ہے اور بائیں کون؟

ایک صاحب جب نماز کے لئے وضو کرتے تو ان کا رنگ پیلا پڑ جاتا' کسی نے پوچھا جب آپ نماز کے لئے وضو کرتے ہیں آپ کی حالت بگڑ جاتی ہے' کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: "مجھے خوب خبر ہے کہ کس کے سامنے حاضری دینے جا رہا ہوں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب نماز کھڑی ہو جاتی تو آپؓ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور قدم ڈگمگانے لگتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: آپ کی یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے؟ فرماتے: واللہ! اُس بھاری امانت کی ادائیگی کا وقت آپہنچا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمین اور پہاڑوں کے سامنے رکھا تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس ذمہ داری سے ڈر گئے' البتہ میں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔"

حضرت سعید التنوخی رحمہ اللہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کے آنسو رخساروں سے گزرتے ہوئے مسلسل داڑھی تک گرتے رہتے۔ ایک تابعی کے بارے میں یہ خبر ملی ہے کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کا رنگ بدل جاتا اور کہا کرتے

تھے : کیا تمہیں خبر ہے کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہو کر باتیں کروں گا؟ تم میں سے کس کے دل میں اللہ کا خوف اس شکل میں موجود ہے؟

جناب عامر بن عبدالقیس رحمہ اللہ سے لوگوں نے پوچھا : کیا تم دورانِ نماز اپنے من سے باتیں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا : کیا کوئی چیز نماز سے بھی زیادہ محبوب ہو سکتی ہے کہ نماز کو چھوڑ کر اس کی باتیں کروں؟ لوگوں نے کہا : ہم تو نماز میں اپنے من سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا' کیا یہ باتیں جنت اور حوروں سے متعلق ہوتی ہیں؟ لوگوں نے کہا : ایسا تو نہیں بلکہ اہل خانہ کی باتیں کرتے ہیں' مال و جائیداد کی باتیں کرتے ہیں' تو آپ نے فرمایا : "میرے جسم میں نیزے پیوست ہو جائیں تو مجھے اچھا لگے' البتہ ایسی باتیں مجھ سے نہ ہوں گی۔"

حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : تین موقعوں کی مناسبت سے مجھ میں تین خوبیاں ہیں' اگر ہر وقت کے اعتبار سے مجھ میں خوبیاں آ جائیں تو میں عظیم مقام پر پہنچ جاؤں' اور وہ خوبیاں یہ ہیں :

۱) جب میں نماز میں ہوتا ہوں تو اپنے من سے صرف نماز ہی کی باتیں کرتا ہوں۔

۲) جب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنتا ہوں تو اس کے حق ہونے میں ذرا سا بھی شک نہیں ہوتا۔

۳) جب میں جنازے کے ساتھ ہوتا ہوں تو اپنے دل میں یہی باتیں کرتا ہوں کہ اس جنازے سے کیا پوچھا جائے گا اور یہ کیا جواب دے گا؟

حضرت حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں : حکم کے مطابق میں عمل کرتا ہوں۔ ڈرتے ڈرتے چلتا ہوں۔ ثواب کی نیت سے کام شروع کرتا ہوں۔ اللہ کی عظمت کو ذہن میں رکھ کر "اللہ اکبر" کہتا ہوں۔ غور و فکر کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتا ہوں۔ خشوع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں' انکساری کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں' سلیقے سے تشہد کے لئے بیٹھتا ہوں اور ثواب کی نیت کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔ اس طرح اللہ کے لئے خالص کرکے نماز کو مکمل کرتا ہوں۔ اللہ کے خوف کے ساتھ اپنے نفس کا حساب کرتا رہتا ہوں۔ اس کے باوجود مجھے ڈر ستاتا رہتا ہے کہ کہیں میری عبادت اکارت نہ چلی جائے۔ لہٰذا پوری کوشش کرکے موت تک اپنے اعمال کی حفاظت کروں گا۔

ابو بکر الصبغی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دو اماموں کا زمانہ پایا ہے لیکن ان سے حدیث نہیں سن سکا۔ (۱) امام ابو حاتم الرازی (۲) امام محمد بن نصر المروزیہ رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن نصر سے زیادہ خوبصورت نماز پڑھنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بھڑ ان کی پیشانی پر بیٹھ گیا اور اس کے کاٹنے کی وجہ سے خون آپ کے چہرے پر بہنے لگا' اس کے باوجود انہوں نے حرکت نہیں کی۔

محمد بن یعقوب الاخرم کہتے ہیں کہ محمد بن نصر سے زیادہ خوبصورت نماز پڑھنے والا میں نے بھی نہیں دیکھا۔ مکھی ان کے کان پر بیٹھتی تو کبھی مکھی بھی نہ اڑاتے۔ ہمیں ان کی عمدہ نماز' نماز میں خشوع اور نماز کا ڈر دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی۔ اپنی ٹھوڑی کو سینے پر رکھ لیتے اور معلوم ہوتا کہ زمین میں گڑی ہوئی لکڑی کھڑی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا نماز میں یہ حال تھا کہ اعضا کانپ رہے ہوتے اور دائیں بائیں ڈولتے رہتے۔ (۱۷)

ایک طرف اہل اللہ کی نماز کا یہ حال ہے' دوسری طرف ہم لوگوں کی نمازیں ہیں کہ کوئی گھڑی میں وقت دیکھ رہا ہے' کوئی رومال ٹھیک کر رہا ہے' کوئی ناک سے کھیل رہا ہے' کوئی ذہنی طور پر خرید و فروخت میں مصروف ہے' کوئی جیب سے نوٹ نکال کر انہیں گن رہا ہے' کوئی در و دیوار اور قالین کے نقش و نگار اور ڈیزائن پر غور کر رہا ہے یا ساتھ میں کھڑے نمازی کی حرکتیں نوٹ کر رہا ہے۔ ذرا غور کریں کہ ان میں سے اگر کوئی دنیا کے کسی بڑے آدمی کے سامنے کھڑا ہوتا تو ایسی حرکتیں کرتا؟ ہرگز نہیں' ہزار بار نہیں۔ پھر رب کریم کے سامنے ایسا کیوں؟

حواشی

۱) مسند احمد ۲/۱۱۹۔ حدیث حسن ہے۔ ملاحظہ الفتح الربانی ۴/۱۵

بعض لوگ انگلی ہلانے کو مہمل عمل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ صحیح و ثابت سنت کا حصہ ہے۔ آپؐ کا زندگی بھر کا عمل اس کا ناقابل تردید ثبوت ہے جبکہ احناف کے نزدیک انگلی کو اٹھانا اور ہلانا مسلسل نہیں بلکہ شہادت کے وقت ایک مرتبہ ہے۔ اس کا ثبوت سُنّت رسول اللہ میں تو نہیں ہے' کسی صحابی یا غیر صحابی کا عمل ہو تو اسے سُنّت رسول کے مقابلے میں لانا خاصی بڑی جرأت کی بات ہے' لہٰذا مسنون یہی ہے کہ دورانِ تشہد مسلسل انگلی کو قبلہ رخ

حرکت میں رکھا جائے۔ مزید تفصیل و دلیل کے لئے صفۃ صلاۃ النبی ص ۱۵۸' تالیف علامہ محمد ناصرالدین الالبانی حفظہ اللہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ (ابو عبدالرحمٰن غفراللہ لہ)

۲) صحیح البخاری' کتاب صفۃ الصلاۃ' باب مایقول بعد التکبیر ح ۷۱۱ و صحیح مسلم' کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ' باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ ح ۵۹۸

۳) صحیح مسلم' کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا' باب الدعا فی صلاۃ اللیل ح ۷۷۱' و صحیح ابن حبان ۶۹/۵ ح ۱۷۷۱' ۱۷۷۲' ۱۷۷۳' ۱۷۷۴ و سنن ابی دا ود' کتاب الدعوات' باب ما تستفتح بہ الصلاۃ من ح ۷۶۱

۴) سنن ابی دائود' کتاب الصلاۃ' باب من رای الاستفتاح بسبحانك ح ۷۷۵ و ۷۷۶ والمستدرك للحاکم ۲۳۵/۱ و سنن الترمذی ۹/۲ ح ۲۴۲/۲۴۳ و سنن ابن ماجہ' کتاب اقامۃ الصلاۃ' باب افتتاح الصلاۃ ح ۸۰۴ و ۸۰۶۔ حدیث صحیح ہے۔

۵) سب نمبر ۱۲ میں مختلف روایات و احادیث کی طرف اشارہ ہے۔ طوالت کے پیش نظر ہم نے تخریج نہیں کی۔ اصحاب علم تو متونِ کتب حدیث کی طرف رجوع کر لیں' دلیل مل جائے گی۔ البتہ عام آدمی علامہ محمد ناصرالدین الالبانی کی معرکۃ الاراء کتاب "صفۃ صلاۃ النبی" کا ترجمہ دیکھ لیں جو کہ پاکستان میں دستیاب ہے' تو بات بن جائے گی۔

علاوہ ازیں اذکار وغیرہ کا ہم نے عمداً ترجمہ نہیں کیا تاکہ بات لمبی نہ ہو جائے۔ ان اذکار کا ترجمہ بھی آپ کو حوالہ شدہ کتاب سے مل جائے گا۔

۶) تفسیر ابن کثیر ط ۲۳۸/۵ ط دار الشعب

۷) صحیح البخاری' کتاب صفۃ الصلاۃ' باب الجہر بالعشاء ح ۷۶۲ و صحیح مسلم' کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ' باب سجود التلاوۃ ح ۵۷۸

۸) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان اسم الکفر علی من ترك السجدۃ ح ۸۱ و مسند احمد ۴۴۳/۲

۹) الوابل الصیب ص ۴۳

۱۰) الوابل الصیب ص ۳۶

۱۱) صحیح مسلم' کتاب السلام' باب التعوذ من وسوسۃ الشیطان فی الصلاۃ ح ۲۲۰۳ و مسند احمد ۲۱۶/۴

[بقیہ حواشی اگلی قسط کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں]

ایران میں افکارِ اقبال کا اثر

بسلسلۂ علّامہ اقبال اور مسلمانانِ عجم (۱۹)

ڈاکٹر ابو معاذ

اقبال کی ایران میں مقبولیت کا ابتدائی دور

ڈاکٹر غلام سرور مرحوم (سابق صدر شعبہ فارسی کراچی یونیورسٹی) کے بقول آپ نے اپنے ۱۹۳۳ء میں سفرِ ایران کے دوران یہ محسوس کیا تھا کہ علامہ اقبال کا نام کم از کم وہاں کے ادیبوں اور شاعروں کے حلقے میں جانا پہچانا جاتا تھا۔ علامہ اقبال کی نظم "شکوہ" کا ترجمہ "بدرگاہِ پروردگار" کے نام سے ۱۹۲۶ء میں ایران کے رسالہ "ندائے قدس" میں چھپ چکا تھا۔ لیکن ابتداء میں معدودے چند ایرانیوں کے علاوہ زیادہ تر علماء کا آپ کے بارے میں رویہ معاندانہ ہی تھا اور یہ لوگ قدرے تعصّب سے کام لیتے تھے۔ مَلِکُ الشعراء بہار نے اس کا برملا اعتراف کیا ہے اور کہا ہے کہ ایرانی ذہن یہ ماننے کو مشکل سے ہی تیار ہو سکتا ہے کہ ایران کے باہر بھی کسی دور میں سعدیؒ' فردوسیؒ' نظامیؒ' حافظؒ یا مولانا رومؒ کے پائے کا کوئی شاعر پیدا ہو سکتا ہے۔ ابتداء میں مجھے بھی یہی گمان تھا مگر جب علامہ اقبال کے کلام پر میں نے توجہ دی تو "پیام مشرق" کے مطالعہ ہی سے مجھے آپ کے وسعت مطالعہ اور غیر معمولی قدرتِ بیان کا احساس ہوا اور آپ کی مثنوی کے مطالعہ سے تو معلوم ہوا کہ مولانا رومؒ کے بعد ایسی مثنوی لکھنے کی سعادت تو کسی کو کم ہی نصیب ہوئی ہے۔ آپ کے کلام میں قدیم مطالب کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ طرزِ بیان کی جدت 'ایجاز و اختصار اور شگفتگی بھی بے مثال حد تک موجود تھی۔ علامہ اقبال کے سفرِ فلسطین کے موقع پر آپ کی ملاقات وہاں پر ایک سابق ایرانی وزیر اعظم جناب ضیاء الدین طباطبائی سے بھی ہوئی تھی' جس کا ذکر انہوں نے ۱۹۵۰ء میں علامہ اقبال کی یاد میں ایک اجلاس کے موقع پر

بھی فرمایا تھا۔

ملک الشعراء استاد محمد تقی بہار

آپ کو مولانا جامیؒ کے بعد گزشتہ چار سو برس کی ایرانی تاریخ میں سب سے اہم فارسی شاعر تصور کیا جاتا ہے۔ آپ پارلیمنٹ کے نڈر رُکن' بادشاہت کے زبردست مخالف اور اسلامی روایات کے علمبردار تھے اور روایتی صفوی شیعیت اور جاہ پرست علماء کی مخالفت میں آپ نے جو کچھ کہا اور جس عملی جدّوجہُد کا ثبوت دیا تھا اس طرح آپ کے افکار اور اعمال آپ کو فطری طور پر علامہ اقبال کے بہت قریب لے آتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ۱۹۴۳ء میں برطانوی افواج میں شامل بّرِصغیر کے مسلمان فوجیوں کی کوشش سے "انجمن فرہنگیٔ ایران و ہند" کا وجود عمل میں آیا۔ اس کے زیر اہتمام اسی برس استاد بہار نے دانش سرای عالی تہران میں اپنی مشہور نظم "خطاب بہ ہند" پڑھی جس میں برصغیر کی فارسی روایات اور شعراء کا ذکر کرتے ہوئے کہا ؎

ایزدی بود آشنائی ہائے ما   آشنا داند صدائے آشنا

(ہمارے تعلقات کی بنیاد خداوند تعالیٰ پر ایمان کی مشترکہ دولت تھی' اسی لئے ایک آشنا ہی اپنے آشنا کی آواز کو پہچان سکتا ہے۔)

ہند و ایراں آشنایانِ ہم اند   ہر دو از نسلِ فریدون و جم اند

(ہندوستان اور ایران ایک دوسرے سے آشنا ہیں اور آریائی نسل سے تعلق کے باعث دونوں قومیں فریدوں اور جمشید جیسے اساطیری عہد کے ایرانی بادشاہوں کی نسل سے ہیں۔)

پھر آپ ایک دم شعراء کا ذکر کرتے کرتے علامہ اقبال پر آن پہنچتے ہیں اور فرماتے ہیں ؎

عصرِ حاضر خاصّہ' اقبال گشت   واحدے کز صد ہزاراں برگذشت

(موجودہ دَور علامہ اقبال کا دور ہے اور وہ اکیلا عظیم انسان ہے جو لاکھوں اشخاص پر سبقت لے گیا۔)

آپ علامہ اقبال کی تجلیل و تمجید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

نکتہ ای گویم سخن کوتاہ کنم   خاطرِ پاکِ ترا آگہ کنم

(میں ایک پتے کی بات کرتے ہوئے اپنی حکایت کو مختصر کرتا ہوں اور تیرے پاک ضمیر

کو اس بات کی خبر دیتا ہوں۔)

شمّہ ای درحال و استقبالِ تو　　بان نہ من گویم کہ گفت اقبالِ تو

(مختصراً تیرے حال اور مستقبل کے بارے میں مَیں اپنے پاس سے تو کچھ نہیں کہہ رہا' یہ سب کچھ آپ کے اقبال ہی کا کہا ہوا ہے۔)

زندگی جہد است و استحقاق نیست　　جز بہ علمِ انفس و آفاق نیست

بقول اقبال (حقیقی زندگی جدوجہد سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ یہ کسی کا استحقاق نہیں جو خودبخود مل جائے۔ زندگی تو انسانوں اور کائنات کے علوم سے وابستہ ہے۔)

گفت حکمت را خدا خیراً کثیر　　ہر کجا ایں خیر می بینی بگیر

(قرآن پاک میں خداوند کریم نے حکمت کو بہت زیادہ خیر کا نام دیا ہے اور حدیثِ مصطفیٰ ﷺ کے مصداق جہاں سے یہ خیر ملے اسے سمیٹ لو۔)

غافل از اندیشۂ اغیار شو　　قوتِ خوابیدۂ بیدار شو

(اغیار یعنی غیر ملکی حکمرانوں اور حکماء کا خیال دل سے نکال دو اور اے سوئی ہوئی قوت بیدار ہو جا۔)

پھر اپنے الفاظ میں آپ نے اتحاد کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا ؎

جز براہِ یکدلی سالک مباش　　محوِ یکتائی شو و مشرک مباش

(ایک دل و جان اور متحد ہونے کے علاوہ کچھ مت سوچنا۔ توحید میں محو ہو جا اور کبھی بھی مشرک بننے کا مت سوچنا۔)

سوئے وحدت پوی و دست از شرک شوی　　متّحد باش و بہ ترکِ کفر گوی

(وحدت کی جانب چل نکلو اور شرک کی راہ چھوڑ دو۔ متحد ہو جاؤ اور کفر سے اپنا دامن بچالو۔)

اس کے بعد ۱۹۵۰ء میں آپ نے تہران میں منعقدہ یوم اقبال کی تقریب کے موقع پر اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ اب جبکہ پاکستان اور ایران کے درمیان حائل ڈیڑھ سو برس پرانا بوجھل اور بھاری آہنی پردہ جو ہم بھائیوں کے مابین استعماری حکومت نے حائل کر رکھا تھا اٹھ گیا ہے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے تمام شیطانی چالیں اس طویل عرصہ میں ہماری باہمی ہمدردی' ہم خونی' ہم مذہبی اور ہم زبانی کے تعلقات کو ذرہ برابر بھی کم نہیں کر سکیں۔ جس طرح فردوسی کی شاعری نے منتشر ایرانی قوم کو مجتمع کر دیا تھا اسی

طرح علامہ اقبال کے افکار کے نتیجہ میں ایک عظیم اسلامی ملک وجود میں آچکا ہے اور اب امید کی جاتی ہے کہ علامہ اقبال کے افکار و اشعار کے زیر اثر ایران اور پاکستان باہمی ہمدردی، حسنِ تفاہم، دلی دوستی، مضبوط اور مستحکم ایمان کے باعث وسطی ایشیا کے امن اور دوستی کو عظیم اور پائیدار اصولوں پر قائم رکھ سکیں گے۔

ڈاکٹر عرفانی مرحوم اکثر ذکر فرماتے تھے کہ جون ۱۹۴۹ء میں جب آپ کی بہار سے پہلی ملاقات ہوئی تو آپ نے پہلی جنگ عظیم سے پہلے (۱۲۔۱۹۱۱ء) کے زمانے کے بہار کے اپنے اشعار ان کے دوبارہ گوش گزار کرتے ہوئے کہا کہ بہار اور اقبال کے اشعار و افکار میں ایک کمال ہم آہنگی موجود رہی ہے تو یہ امر خود استاد بہار کے لئے بھی ایک انکشاف سے کم نہیں تھا۔ یہ شعر ملاحظہ ہوں جو بہار نے ان دنوں عالم اسلام خصوصاً سلطنتِ ترکیہ کے ممکنہ انقراض کے بارے میں کہے تھے ؎

اے مسلمانانِ عالم تازہ تر شد دردِ ایران   کوس مَردے می نوازد دشمنِ نامردِ ایران

(اے دُنیا کے مسلمانو! ایران کا درد ایک بار پھر تازہ ہو کر مزید شدت اختیار کر گیا ہے۔ کیونکہ اس کا بزدل دشمن پھر مردانگی کی بگل بجا رہا ہے۔)

مادرِ اسلام دارد زیں مصیبت آہ و زاری   اے مسلمانان بود امروز روزِ جان نثاری

(اس کی وجہ سے مادر اسلام دوبارہ آہ و زاری میں مبتلا ہے۔ اے مسلمانو! اب جان قربان کرنے کا دن آن پہنچا ہے۔)

ورنہ ازمارو حِ ناموسِ شریعت خوار گردد   کیشِ اسلامی اسیرِ پنجۂ کفّار گردد

(اگر ہم آگے نہ بڑھے تو یہ اندیشہ ہے کہ شریعتِ محمدیؐ کی آبرو ہماری کوتاہیوں کے باعث خاک میں نہ مل جائے اور اسلام کا دین اور مسلمان ملت کہیں کافروں کے پنجوں میں گرفتار ہو کے نہ رہ جائیں۔)

۱۹۵۰ء میں ایران کے بادشاہ محمد رضا شاہ نے دورۂ پاکستان کا پروگرام بنایا۔ ایران وہ پہلا ملک تھا جس نے پاکستان کو تسلیم کیا تھا۔ شاہ کا پاکستان میں انتظار کسی ایک فرد واحد یا شاہی استبدادی نظام کے مظہر کے طور پر نہیں بلکہ ملت ایران کے سربراہ کے طور پر تھا اور پاکستانی قوم کا فطری جوش و جذبہ دراصل پاکستانیوں کی اہل ایران سے محبت کا آئینہ دار تھا۔ ہرچند کہ بہار نے شاہی استبدادی نظام کے ہاتھوں قید و بند، جلاوطنی اور حتیٰ کہ ناکام

قاتلانہ حملے تک کے زخم سہے تھے اور ان سے یہ امید نہیں کی جارہی تھی کہ اس موقع پر شاہ کا قصیدہ لکھیں گے مگر علامہ اقبال کی عقیدت میں آپ نے جناب عرفانی کے ایماء پر ایک قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

زِ رجسِ شرک بری شد بہ قوتِ توحید ہمیں بس است بہ دہر افتخارِ پاکستان

(پاکستان کے لئے اس سے بڑھ کر فخر کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ وہ ہندوستان سے علیحدہ ہو کر اس جہانِ حاضر میں توحید کی قوت کے بل بوتے پر شرک کی غلاظت سے پاک ہو گیا۔)

درود باد بہ روحِ مطہّرِ اقبال کہ بود حکمتش آموز گارِ پاکستان

(حضرت علامہ اقبال کی پاک روح پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں جن کی دانائی سے پاکستانی قوم کو علم و دانش کا ایک عظیم سرچشمہ مل گیا۔)

"ہزار بادۂ ناخوردہ" وعدہ داد کہ ہست ازان یکیش مئے بے خمارِ پاکستان

(آپ نے اپنے شعر میں جن ہزار باقی بچے ہوئے جاموں یعنی مئے معنی سے لبریز پیالوں کا وعدہ دیا ہے ان میں سے ایک پاکستان کی وہ مے ہے جس کا کوئی نشہ نہیں ہے۔)

جدا نبود و نباشند ملّتِ ایران زطبع و خوُی و شعار و دثارِ پاکستان

(عادات و اطوار' افکار اور لباس کے اشتراک کے باعث ایران اور پاکستان ایک ہیں اور ایک رہیں گے۔)

گمان مبر کہ بود بیشتر ز ایرانی کسے بہ رُوے زمین دوستدارِ پاکستان

(یہ کبھی بھی نہ سوچنا کہ ایرانیوں سے بڑھ کر اس روئے زمین پر پاکستان کا کوئی بہتر دوست ہو سکتا ہے۔)

اور یہ علامہ اقبال کے عظیم افکار کے باعث ہے۔ انہی دنوں پاکستان کے وزیر خزانہ غلام محمد (جو بعد میں گورنر جنرل بنے) جناب عرفانی کے ہمراہ استاد بہار سے ملے تو بہار نے خاص طور پر زور دیتے ہوئے پاکستانی قیادت کو علامہ اقبال کے افکار پر عمل پیرا ہونے اور ان کا فکری مشن جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اپنے آخری ایامِ زندگی میں تو بہار نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنی تمام جائیداد فروخت کر کے لاہور چلے جائیں اور اپنی زندگی کے آخری ایام اقبال کے شہر میں بسر کر دیں۔

استاد بہار کی علامہ اقبال سے عقیدت کی بنیادی وجہ بہار کی علامہ اقبال سے فکری ہم آہنگی تھی۔ آپ نے علامہ اقبال کے کلام تک رسائی سے بہت پہلے علامہ اقبال کے اسلوب کے عین مطابق اتحادِ عالم اسلامی اور مسلمانوں کی فرقہ وارانہ ہم آہنگی' جہد و عمل اور ظاہر پرست علماء کے استحصال' توہمات اور شیعیتِ صفوی کے استبدادی اثرات کے خلاف شعر کہے ہیں۔ آپ نے فرقہ وارانہ منافرت کے خلاف کہا تھا ؎

ثروت و مُلک و ناموس و مذہب چار چیز است در ما مرکب

(دولت' مُلک' ناموس اور مذہب ہماری ذات کے چار عناصر ہیں جن سے ہماری تکمیل ہوتی ہے۔)

ثروت و مُلک و ناموسِ ما را بُردہ این اختلافاتِ مذہب

(ہمارے فقہی اور فرقہ وارانہ اختلافات نے ہماری ناموس' مُلک اور دولت سب کو تباہ کر دیا ہے۔)

اختلافاتِ مذہب در اسلام روزِ ما سیہ کردہ چون شب

(اسلام کے دین مبین میں فقہی اختلافات کے باعث ہمارے دن بھی رات کی صورت تاریک ہو چکے ہیں۔)

عزتِ ما بہ دو چیز بستہ است اتحاد اوّل و بعد مکتب

(ہمارے اتحاد کی بنیاد دو چیزیں ہیں' سب سے پہلے مسلمانوں کا باہمی اتحاد اور بعد میں مکتبہ فکر کا خیال۔)

اس کے بعد آپ نے علامہ اقبال کی طرح مسلمانانِ عالم کو اتحاد اور یگانگت کا درس دیا ہے۔ آپ علامہ کے شعر ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

کے مصداق فرماتے ہیں ؎

ہند و ترکیہ و مصر و ایران تونس وقازق و قفقاز و افغان
در ہویت دو اما بہ دین یک مختلف تن ولے متحد جان

(اسلامی ہندوستان' ترکی' مصر' ایران' تیونس' قازقستان' قفقاز اور افغانستان' شناخت کے اعتبار سے تو مختلف ہو سکتے ہیں لیکن دینی اعتبار سے ایک ہیں۔ ان کے

جسم جدا جدا سہی لیکن جان ایک ہے۔)

جملگی پیروِ دینِ احمدؐ جملگی پیروِ نصِّ قرآن
(سب کے سب محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کے پیرو کار ہیں اور سب کے سب قرآن پاک کی حقانیت کے ماننے والے ہیں۔)
مسلمے گر بگرید بہ طنجہ مؤمنے نالد اندر بدخشان
(انتہائی مغرب میں یعنی مراکش کے شہر طنجہ میں اگر ایک مسلمان تکلیف کے باعث روئے تو انتہائی مشرق یعنی بدخشان میں مسلمان اس کے درد میں شریک ہوں گے اور اسی کرب میں مبتلا ہو جائیں گے۔)
آری این راہ و رسمِ عباد است روز یک رنگی و اتحاد است
(ہاں! نیک لوگوں کا یہی طریق کار ہے۔ آج کے دن پھر اتحاد اور اختلافات مٹانے کی ضرورت ہے۔)

اگر مندرجہ بالا اشعار کا مطالعہ کر کے علامہ اقبال کے رموزِ بے خودی کے مندرجہ ذیل اشعار کا مطالعہ کیا جائے تو یوں لگتا ہے ان دونوں پیغاموں کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ آواز ایک ہی وقت میں دو مختلف شعراء (ہزاروں میلوں کی دوری کے باوجود) کی زبان سے جاری تھی۔

آنکہ نامِ تو مسلمان کردہ است از دوئی سوے یکی آوردہ است
(وہ خدا جس نے تمہیں مسلمان بنایا ہے اس نے اختلافات مٹا کر آپ کو ایک وحدت میں سمو دیا ہے۔)
خویشتن را ترک و افغان خواندہ ای و ائے بر تو آنچہ بودی' ماندہ ای
(تو نے خود کو ترک اور افغان کہلانا نہیں چھوڑا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے تم جو کچھ تھے وہی رہے ہو!)
ای پرستارِ یکی گر تو توئی تا کجا باشی سبق خوانِ دوئی
(اگر تو وہ واقعی اتحاد اسلامی کا پرستار ہے تو کب تک نسلی ولسانی اختلافات کے راگ الاپتا رہے گا۔)
صد ملل از ملتے انگیختی برحصارِ خود شبخون ریختی

(ایک ملت کی بجائے تو نے سینکڑوں قومیں بنا کر اپنے ہی مستحکم قلعے پر شبخون مار لیا ہے)

یک شو و توحید را مشہود کن غائبش را از عمل موجود کن!

(ایک ہو جا اور توحید پر کاربند ہو جا۔ توحید کے چھپے ہوئے راز دنیا پر آشکار کر دے۔)

یعنی توحید ملی پر عمل کر۔ علاوہ بریں علامہ اقبال کے بے شمار اشعار اسی جانب اشارہ کرتے ہیں جن کا مفصل ذکر موضوع کی طوالت کا باعث بن سکتا ہے۔

استاد بہار کے اسی نظم کے آخری اشعار پڑھ کر تو بالکل آنکھیں کھل جاتی ہیں' جہاں وہ معاصر ایران کے مروجہ شیعہ نظریات کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہوئے اعلان فرماتے ہیں ؎

حکمِ اسلام و حکمِ پیمبر ؑ بر تو و او و ما جملہ جاری ست

(اسلام کا حکم اور پیغمبر اسلام ﷺ کے فرمودات کا ماننا ہم سب مسلمانوں کے لئے قیامت تک لازمی ہے۔)

ما و اوئی نباشد در اسلام کاین سخن ہا ز دشمن شعاری ست

(اسلام میں ہم اور وہ کا کوئی تصور نہیں ہے اور ایسی بات بھی دشمنی کے جذبات کی عکاس ہے۔)

چار یارِ نبی ؑ صلح بودند زین سبب جنگ ما و تو خواری ست

(آنحضور ﷺ کے چاروں اصحاب یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ محبت اور صلح سے باہم متحد تھے۔ اس کے باوجود اگر ہم آپس میں جھگڑیں گے تو ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔)

تیشہ ریشہ دین عناد است روز یکرنگی و اتحاد است

(باہمی اختلافات اور عناد دین مبین اسلام کے اتحاد کے لئے تیشے کی طرح ہے۔ آج کے دن اتحاد اور اختلافات کو مٹانے کی ضرورت ہے۔)

استاد بہار کے منظومات قابل مطالعہ ہیں' ہم ان کو یہاں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ "جہنمیہ" میں آپ نے علماء کو ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا کر جہنم رسید کرنے کا منظر پیش کیا ہے کہ کس طرح بات بات پر علماء لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ "صاد اور ضاد" کی نظم میں آپ نے غیر ضروری باتوں میں علماء کو الجھتے ہوئے دکھایا ہے۔ پھر آپ کی نظم "توپ

روس" ہے جس میں پہلی جنگ عظیم سے پہلے محمد علی قاچار کے باعث مشہد پر روسی بمباری پر زبردست دکھ کا اظہار کیا ہے، جس کے نتیجہ میں امام رضا رضی اللہ عنہ کے مقبرے کو نقصان پہنچا اور آٹھ سو زائرین مارے گئے۔ اسی کے آخر میں آپ فرماتے ہیں۔ ~

ما اگر خانہ خرابیم ز کسان گلہ نیست　　کاین خرابی ہمہ از ماست در انجام نظر

(ہمارا اگر بیڑہ غرق ہوا ہے تو کسی سے شکایت نہیں، کیونکہ اس خرابی کے درحقیقت ہم خود ہی ذمہ دار ہیں۔)

اے مسلمانان تا چند بہ وہم و بہ خیال　　اے مسلمانان تا چند بہ بوک و بہ مگر

(اے مسلمانو! کب تک وہم وخیال اور توہمات میں مبتلا رہو گے اور کب تک شک و شبہ اور دودلی کا شکار رہو گے۔)

ہرکہ او از خود و از خانہ حفاظت نکند　　نبود حافظ او نیز خدائے اکبر

(جو کوئی بھی شخص اپنے آپ اور اپنے گھر کی حفاظت نہ کر سکے خدائے برتر بھی اس کی حفاظت نہیں کیا کرتا۔)

نیست انسان را جز آنکہ در او سعی نمود　　این چنیں گفت پیمبرؐ بہمایوں دفتر

(لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے مصداق انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لئے وہ کوشش کرے کیونکہ یہی بات آنحضورؐ کی زبان سے وحی کی صورت میں جاری ہو کر قرآن پاک کا حصہ بن گئی ہے)

ایک موقع یہ بھی آیا کہ تنگ نظر علماء نے بہار پر کفر کا فتویٰ لگایا اور خراسان کے عوام کو ان کے خلاف اکسایا۔ اس موقع پر بہار نے بالکل علامہ اقبال کے انداز کے مطابق یہ شعر کہے ~

ما پاسدارِ دین و کتابِ پیمبریم　　دیناں عدوِ دین و کتابِ پیمبرند

(ہم دین اسلام اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب یعنی قرآن کے محافظ ہیں۔ جبکہ یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور قرآن کے دشمن ہیں۔)

دین نیست اینکہ ہست در دستِ این گروہ　　کاین مفسدہ است واین دینیاں مفسدت گرند

(ان لوگوں کے پاس جو کچھ پیش کرنے کو ہے وہ دین نہیں ہے بلکہ یہ لوگ فساد کو پھیلا رہے ہیں اور ان کے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔)

دین رسم پاک نیست کہ دارند این عوام　　کاین بدعت واین سفہا بدعت آورند

(دینِ اسلام روایات کا وہ مجموعہ نہیں ہے جسے یہ لوگ لئے پھرتے ہیں۔ یہ سب کچھ
بدعت ہے اور یہ احمق دین کے ٹھیکیدار بن کر بدعت کو فروغ دے رہے ہیں۔)

بہار کے یہ الفاظ علامہ اقبال کے اس مصرعہ یعنی ؏ "دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد" کی بازگشت ہے۔ علاوہ بریں ایک موقع پر بہار نے واشگاف الفاظ میں فرمایا ؎

آنچہ پیغمبر گفتہ است دُرو نیست شکی   وحیِ منزل شمرند آنچہ شنیدند زِ مام

(جو کچھ بھی آنحضور ﷺ نے فرمایا وہ تو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ لیکن ان لوگوں نے
جو کچھ اپنی ماں سے سن رکھا ہے اسے اپنے گھر کی وحی سمجھ بیٹھے ہیں۔)

اسلام کی روح اور اصل بنیاد پر توجہ دینے کی بجائے رسوم و روایات کو اسلام سمجھ کر چند مذہبی اجارہ داروں نے جس طرح عوام کو اپنے ہتھکنڈوں سے بے وقوف بنایا ہوا تھا استاد بہار اس پر سخت نالاں تھے۔ انہوں نے عہد قاچاریہ میں نام نہاد مذہبی رہنماؤں کا عوام کے مفادات اور آزادیوں کے خلاف رویہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ خود استاد بہار مرحوم اٹھارہ برس تک مسلسل شاہی اور خانقاہی جبر و استبداد کے خلاف بر سرپیکار رہے تھے اور وہ اس امر کے خواہاں تھے کہ اسلام کی صحیح صورت سامنے آسکے جس میں نہ فرقہ پرستی کی گنجائش ہو اور نہ ہی مذہب کے نام پر جبر و استبداد کی' بلکہ اسلام کی عطا کردہ نعمتیں اور سماجی خوبیاں دُنیا کے سامنے آشکار ہوں۔ ظاہر پرستی کی مخالفت میں آپ کی بہترین نظم جو ہماری نظر سے گزری ہے وہ تہرانیوں کی ریاکارانہ عزاداری اور ماتم کے بارے میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ؎

در محرم اہلِ رے خود را دگرگوں می کنند   در زمین آہ و فغاں را زیب گردوں می کنند

(محرم کے مہینہ میں رے یعنی تہران کے لوگ اپنے آپ پر عجیب کیفیت طاری کر
لیتے ہیں اور زمین پر اس طرح آہ و فغان کرتے ہیں کہ ان کے شور سے آسمان لرز
اٹھتا ہے۔)

گاہ عریان گشتہ با زنجیر می کوبند پشت   گہ کفن پوشیدہ فرقِ خویش پُرخوں می کنند

(کبھی ننگے ہو کر کمر اور پیٹھ پر زنجیریں مارتے ہیں اور کبھی کفن پہن کر اپنی گردن کو
خون آلودہ کر دیتے ہیں۔)

گہ بیادِ تشنہ کامانِ زمینِ کربلا   جوئبارِ دیدہ را از گریہ جیحوں می کنند

(کبھی کربلا کے پیاسے اہل بیت کی یاد میں اپنی آنکھوں سے اشکوں کی ندیاں بہاتے ہوئے اپنے آنسوؤں سے دریائے سے جیحون کا منظر پیدا کر دیتے ہیں۔)

خادمِ شمرِ کنونی گشتہ وانگہ نالہا — با دو صد لعنت زدستِ شمرِ ملعوں می کنند

(موجودہ دور کے شمر کے خدمت گزار ہونے کے باوجود روتے دھوتے دو سو لعنتیں ملعون شمر پر بھیجتے ہیں۔)

بر یزیدِ زندہ می گویند ہر دم صد مجیر — پس شماتت بر یزیدِ مردۂ دوں می کنند

(موجودہ دور کے زندہ یزید کی ہر لحہ خوشامد اور تعریف کرتے ہیں لیکن مرے ہوئے یزید کو برا بھلا کہتے ہیں۔)

اس کے بعد بہار مرحوم ان لوگوں کے صحیح جذبہ اسلامی کی ایک خوفناک تصویر کھینچتے ہیں۔ پہلے اشعار میں شیعیت صفوی کا پہلو سامنے آتا ہے مگر جب شیعیت علوی یعنی اسلام سے وفاداری کا جہاں تک تعلق ہے اس میں ان کے خلوص کا عالم کچھ اس طرح ہے۔

حق گواہ است ار محمدؐ زندہ گردد یا علیؑ — ہر دو را تسلیمِ نوابِ ہمایوں می کنند

(خدا گواہ ہے کہ اگر آنحضور ﷺ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ ہو جائیں تو یہ لوگ ان دونوں کو پکڑ کر پولیس کے اعلیٰ افسر کے سپرد کر آئیں۔)

آید از دروازۂ شمران اگر روزے حسینؑ — شامش از دروازۂ دولاب بیروں می کنند

(اگر کسی دن تہران کے شمالی دروازہ یعنی "دروازۂ شمران" سے امام حسین رضی اللہ عنہ داخل ہو جائیں تو شام ہونے سے پہلے ہی آپؑ کو جنوبی دروازہ یعنی "دروازۂ دولاب" سے باہر نکال دیں۔)

حضرتِ عباسؓ اگر آید پئے یک جرعہ آب — مشکِ اُو را در تہ نظمیہ واژوں می کنند

(اگر حضرت عباس علمدار رحمۃ اللہ علیہ پانی کا ایک گھونٹ مانگنے آجائیں تو یہ لوگ ان کی مشکیں باندھ کر پولیس کے صدر دفتر کے نیچے الٹا لٹکا دیں)

قائمِ آلِ محمدؐ گر کند ناگہ ظہور — کلہ اش داغون بضربِ چوبِ قانوں می کنند

(اگر اچانک حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو جائے تو آپ کے سر پر قانون کے ڈنڈے برساتے ہوئے کھوپڑی کو زخمی کر دیں۔)

گر یزیدِ مقتدر پا بر سرِ ایشان نہد — خاکِ پالیش را بآبِ دیدہ معجوں می کنند

(اگر بر سر اقتدار یزید یعنی شاہ وقت حقارت سے ان کے سر پر اپنا پاؤں رکھ دے تو اس

کی خاکِ پا پر آنسو بہاتے ہوئے اسے معجون بنا کر استعمال کریں گے۔)

اپنی زندگی کے آخری ایام میں تو بہار 'علامہ اقبال' ہی کے ہو کے رہ گئے۔ اب آپ کی خواہش تھی کہ علامہ اقبال کے انداز پر ایک ضخیم کتاب لکھیں۔ آپ کو علامہ اقبال کی جنگجویانہ اور جہد مسلسل کے بارے میں کی گئی شاعری بہت پسند تھی۔ آپ ایک عظیم اسلامی انقلاب کی راہ دیکھ رہے تھے اور اقبال کو آنے والے دور کا نقیب سمجھتے تھے۔ ایک دن انہوں نے جناب عرفانی مرحوم کو یہ شعر سناتے ہوئے علامہ اقبال کی شاعری کے رزمیہ اور انقلابی پہلو کی جانب توجہ دلائی' جس میں علامہ اقبال نے خطرات میں بے دھڑک کود جانے کی تلقین کی ہے۔

لالۂ این چمن آلودۂ رنگ است ہنوز   سپر از دست میندا ز کہ جنگ است ہنوز

(اس چمن میں لالے کا پھول ابھی تک رنگ و نسل کی غلاظتوں سے آلودہ ہے۔ اپنے ہاتھوں سے ڈھال مت چھوڑنا کہ ابھی ہماری جنگ جاری ہے۔)

اے کہ آسودہ نشینی لبِ ساحل برخیز   کہ ترا کار بگرداب و نہنگ است ہنوز

(اے میرے مخاطب! تو ساحل کے کنارے آرام سے کیوں بیٹھ گیا ہے؟ تجھے تو ابھی بھنور اور مگرمچھوں سے پالا پڑنے والا ہے۔)

اس کے بعد بہار نے فرمایا کہ ہماری شاعری میں فرار' گریز اور مستی' خود فراموشی اور عشرتِ دوام کی خواہش کے اظہار کے سوا کم ہی نظر آتا ہے۔ پھر فرمایا کہ علامہ اقبال کے ان دو اشعار کی طرح کچھ سال قبل میں نے کچھ شعر کہے تھے جو اس طرح سے ہیں۔

ے فروہل زکف اے ترک و بیک سو نہ چنگ   جامۂ جنگ فرو پوش کہ شد نوبت جنگ

(اے میرے محبوب ترک زادے! شراب کے جام توڑ دے اور سارنگی کو ایک طرف پھینک دے' جنگ کا لباس پہن لے کہ اب جہاد کا وقت آگیا ہے۔)

از بر دوش تفنگ افگن و آسودہ گزار   لختی آن دو سرِ زلفِ سیہ غالیہ رنگ

(اپنے کاندھوں پر بندوق ڈال لے اور غالیہ رنگ کی سیاہ زلف کے دونوں سروں کو سکون دے دے۔)

اس سے واضح تھا کہ بہار نے اقبال کی تجلیل و تمجید کے علاوہ آپ کا تتبع بھی شروع کر دیا تھا اور آپ کی پیروی میں انقلابی پیغام کو ایران میں عام کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ

(باقی صفحہ ۸۰ پر)

گوشہ خواتین

حجاج کرام کی خدمت میں چند گزارشات

بنت الیقین، کراچی

محترم حاجی صاحبان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کے شکر واحسان کے ساتھ ہماری طرف سے بہت زیادہ مبارک باد۔ اللہ نے آپ کو وہ سعادت نصیب فرمائی جس کے لئے ہزاروں دل تڑپتے اور لاکھوں آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ محترم آپ کو یہ سعادت سفر حج بیت اللہ کے ساتھ حاصل ہو ہی چکی ہے، مگر اصل کام اب شروع ہوتا ہے اور وہ اس کی حفاظت کرنا ہے۔

دورانِ طواف و سعی و قیامِ حرم حجاج نے جو تکالیف اٹھائیں اللہ ہر ایک کو اس کا دنیا و آخرت میں بے حساب اجر دے۔ اور ہمیں اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ ہم خود ہی اپنی محنت کو برباد کرنے والے نہ بن جائیں۔ اور اس کا خیال صرف اسی صورت میں رکھا جا سکتا ہے کہ ہم شعوری طور پر اپنے ارادے کی پختگی کا اندازہ کریں۔ ہم خود دیکھیں کہ ہمارا اب آگے کیا ارادہ ہے؟ واپسی کا سفر شروع کرتے ہی ذرا اپنا دل ٹٹول کر دیکھئے اور پھر بار بار اسے دیکھتے رہئے کہ اب وہ کس حال میں ہے؟

کیا آپ کے دل میں اس بات کا احساس پیدا ہو گیا ہے کہ خدا نے آپ کو ایک نئی زندگی، گناہوں سے پاک زندگی عطا کی ہے؟ یا یہ کہ آپ اپنی پرانی اور نئی زندگی دونوں کے بارے میں بے حس ہیں؟

کیا آپ کے دل میں یہ تڑپ موجود ہے کہ اب جو گناہوں سے پاک زندگی ملی ہے اسے گناہوں سے بچائے رکھوں؟ یا یہ کہ جن دنیاوی دھندوں کی طرف آپ واپس لوٹ رہے ہیں انہوں نے ابھی سے آپ کے ذہن کو اپنے آپ میں مصروف کر لیا ہے؟

کیا آپ کا دل مسرور و شکر گزار ہے کہ زندگی کا ایک بہت بڑا فرض ادا ہو گیا ہے؟ کیا آپ کے دل میں وہ رقت و نرمی موجود ہے جو حج / عمرہ کے دوران پیدا ہوئی تھی؟ یا یہ کہ اب اس نے سختی میں بدلنا شروع کر دیا ہے؟

کیا آپ کو ان مقامات کو چھوڑ آنے کا دکھ ہے جنہیں آپ ہمیشہ کے لئے چھوڑ آئے ہیں؟ یا یہ

کہ آپ اسی فکر میں غلطاں و پیچاں ہیں کہ جو غیر ملکی اشیاء آپ نے وہاں خریدی تھیں وہ وطن پہنچنے پر کسی طرح کسٹم سے بچ جائیں؟

ان سوالوں کا دیانتدارانہ جواب طے کردے گا کہ آپ کے حج نے آپ کو صرف نئی زندگی ہی عطا کی ہے یا ساتھ اس قابل بھی بنادیا ہے کہ اس نئی زندگی کو اپنی پہلی اور پرانی زندگی کی نسبت زیادہ عقلمندانہ اور زیادہ دیانتدارانہ طریقہ سے گزاریں۔

عمر بھر ہم لوگ گناہوں کی گٹھڑیاں باندھ باندھ کر رکھتے ہیں' اس خیال سے کہ حج کو جائیں گے تو یہ سب گٹھڑیاں وہاں پھینک آئیں گے۔ اب اگر تو خدا کی طرف سے وہاں پہنچنے کا موقع مل گیا تو پھر تو گٹھڑیاں وہاں پھینک ہی دی جاتی ہیں' لیکن اگر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی خدا کا بلاوا آجائے تو پھر فرشتے ان گٹھڑیوں کو اُٹھا کر ہماری قبروں میں رکھ دیتے ہیں کہ جاؤ کیا دھرا ساتھ لیتے جاؤ۔

لہٰذا حج / عمرہ کی سعادت کے بعد اپنی روزمرہ زندگی میں وقتاً فوقتاً اپنا محاسبہ کرتے رہنا نہایت ضروری ہے۔ ذرا غور تو کریں کہ ہماری زندگی میں کہاں تک تبدیلی پیدا ہوئی ہے؟

۱) کیا اب ہم شرائط نماز کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز پنجگانہ کے پابند ہیں؟

۲) کیا اب ہم رمضان کے روزے پوری پابندی سے رکھتے ہیں؟

۳) کیا اب ہم اپنے مالوں کی زکوٰۃ کے بارے میں "وہمی" ہونے کی حد تک فکرمند رہتے ہیں؟

۴) کیا اب ہمارے دل کو' جو خانہء ویراں ہوا کرتا تھا' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت نے آباد کر رکھا ہے؟

۵) کیا اب ہم کو اس دنیا کی زندگی کی اہمیت اور اختصار دونوں کا اتنا پتہ چل گیا ہے کہ ہم نے لایعنی کام اور لایعنی کلام چھوڑ دیئے ہیں؟

۶) کیا ہم نے ذاتوں' برادریوں' قبیلوں' علاقوں اور زبانوں کے تعصبات سے آزاد ہو کر خالص اسلام کی بنیاد پر لوگوں سے محبت کرنی شروع کردی ہے؟

۷) کیا ہماری "مَیں" میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے؟ کیا ہم اس پست سطح سے کچھ اوپر اُٹھے ہیں جہاں اپنی جھوٹی اَنا کا احساس ہمیں ذرا ذرا سی بات پر مشتعل کر دیا کرتا تھا اور لوگوں سے اپنی "بڑائی" منوانے کی خاطر ہم نہایت چھوٹی حرکات کرنے پر تلے رہتے تھے؟

۸) کیاہم میں اتنا حوصلہ' اتنا حلم' اتنا جذبۂ عفو پیدا ہو گیا ہے کہ انسانوں کی زیادتیوں کو نظرانداز کر کے ان سے تعلقات قائم رکھنے ہی کو اپنی کامیابی سمجھیں؟

۹) کیاہم نے اپنے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹتے رہنے کے بجائے فرائض ادا کرنے کی طرف توجہ دینی شروع کر دی ہے؟

۱۰) کیا ہمیں یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ جو آمدنی گھر میں آ رہی ہے وہ پوری کی پوری حلال روزی ہو؟

۱۱) کیا یہ قینچی کی طرح چلتی رہنے والی زبان جو ہر وقت کچھ نہ کچھ کترتی ہی رہتی تھی' کچھ قابو میں آئی ہے؟

۱۲) کیا ہماری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے کہ خودپسندی کے مقابلے میں انسان دوستی بہت ارفع چیز ہے اور جھگڑے مٹانے کیلئے جھک جانا شکست کھانا نہیں بلکہ فتح حاصل کرنا ہے؟

۱۳) کیا ہمارے دل سے عہدہ و جاہ اور شہرت و دولت کی حرص کم ہوئی ہے؟ اور ہمیں پتہ چلا ہے کہ چھوٹا اور گمنام بن کر رہنے میں عافیت ہے؟

۱۴) کیا ہمارے فخروغرور میں کوئی کمی آئی ہے؟ ہم نے اپنی اصلیت پہچانی ہے؟ ہم میں وہ انکسار پیدا ہوا ہے جو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کو پسند ہے؟

۱۵) کیا ہمارے دلوں میں اپنے متعلقین کی زیادتیوں کے شکوے کم ہوئے ہیں؟ کیا ہم نے ان کی زیادتیوں کے ساتھ ساتھ اپنی زیادتیاں بھی دیکھنی شروع کر دی ہیں؟

اب اگر ہم میں یہ تبدیلیاں آ گئی ہیں یا ان کا کچھ حصہ بھی نظر آ رہا ہے تو پھر اُس مالک کا کروڑ کروڑ بار شکر جس نے پہلی خطائیں بھی مٹائیں اور آگے بھی نیک توفیق عطا فرمائی!

اور اگر ہم ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے' تو پھر اے دل تجھ پر تف ہے کہ جس خانۂ پاک کی طرف لوگ دور سے منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہے مگر پھر بھی تجھ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی!

وہ جو تُو نے شیطان کو پوری ستر کنکریاں ماری تھیں اور بار بار عہد کیا تھا کہ اب اس کی بات نہیں مانوں گا' تیرا وہ عہد کیا ہوا؟

کیا تو نے اللہ پاک کے گھر کے گرد والہانہ چکر نہیں لگائے تھے؟ روضۂ رسول ﷺ کے آگے

کھڑے ہو کر درود و سلام نہیں پڑھا تھا؟ عرفات کے میدان میں تضرع و زاری نہیں کی تھی؟ "میں حاضر ہوں' اے اللہ میں حاضر ہوں" کی صدائیں نہیں لگائی تھیں؟

کیا تیرے رؤف و رحیم خالق نے تجھے مسجد نبویؐ کی ایک ایک نماز کے بدلے ایک ایک ہزار نماز اور مسجد حرام کی ایک ایک نماز کے بدلے ایک ایک لاکھ نماز کا ثواب عطا نہیں کیا تھا؟ ایسے پکے عہد کرنے کے بعد' ایسے متبرک مقامات کی زیارت سے سرفراز ہو چکنے کے بعد اور ایسے ایسے انعامات پالینے کے بعد آخر تو ویسے کا ویسا کیسے رہ گیا جیسا پہلے تھا؟ کیا تو صرف اس لئے گیا تھا کہ گزشتہ گناہوں کو معاف کروا لے؟ آئندہ کے لئے گناہوں کے آگے بند باندھنے کی توفیق اور طاقت حاصل کرنا تیرا مقصود نہ تھا؟

یاد رکھ کہ ایک عام متوسط درجے کی حیثیت کا مالک مسلمان زندگی میں صرف ایک دفعہ یہ سعادت حاصل کرتا ہے۔ اس بات کا امکان بہت کم ہوتا ہے کہ یہ سعادت اسے دوبارہ حاصل ہو۔ اس لئے اب دوبارہ یہ گٹھڑیاں نہ باندھ' اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ اس بار یہ گٹھڑیاں تیرے ساتھ ہی قبر میں رکھ دی جائیں گی۔

والسلام
بنت الیقین
نائب ناظمہ' حلقہ خواتین' کراچی

بقیہ : فکر عجم

علامہ اقبال کی مقبولیت اور ایران میں پذیرائی کا آغاز تھا کیونکہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بہار مرحوم کے شاگردوں اور پیروکاروں نے یہ رسم جاری رکھی اور ایران میں فارسی شعر و ادب میں انقلابی مضامین پختہ تر ہوتے چلے گئے اور ساتھ ساتھ اقبال لاہوری کا نامِ نامی ایرانی ذہنوں پر نقش ہوتا چلا گیا' بہار ۱۹۵۱ء میں وفات پا گئے اور پھر اگلے آٹھ دس برس یہ ذمہ داری ایران کے قومی شاعر صادق سرمد مرحوم نے سر انجام دی۔

(جاری ہے)

KHALID TRADERS

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS &
SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS,
FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

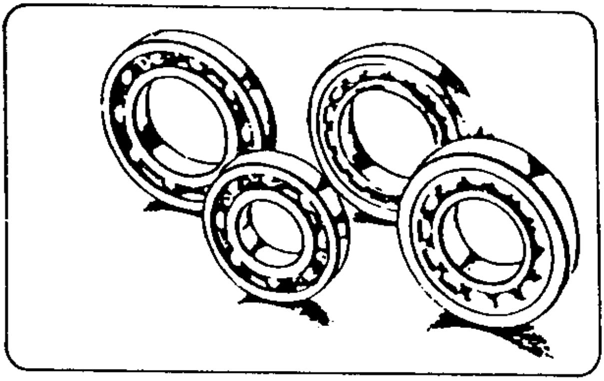

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734778

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-85,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

بحمد اللہ' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے دروس وتقاریر پر مشتمل

تیسری CD بعنوان **اسلام اور خواتین** تیار کرلی گئی ہے

جس میں اہم معاشرتی موضوعات کے بارے میں قرآن و سنت کی راہنمائی پر مشتمل 15 تقاریر شامل ہیں

تیار کردہ : شعبہ سمع وبصر' مرکزی انجمن خدام القرآن' 36۔کے 'ماڈل ٹاؤن لاہور

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Reg. No. CPL 125
Vol. 48 No. 8
Aug. 1999

SUFI

صوفی سوپ اینڈ کیمیکل انڈسٹریز (پرائیوٹ) لمیٹڈ
حمزہ ویجیٹیبل آئل ریفائنری اینڈ گھی ملز (پرائیوٹ) لمیٹڈ

Head Office: 39-Fleming Road, Lahore, Pakistan.
Tel: 7225447-7221068-7244951-3
Fax: 92-42-7239909 & 92-42-7311583